مالی معاملات میں امام زفرؒ کے تفردات

(تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ نگار

نعمان مشتاق

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

جنوری ۲۰۲۳

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and defense approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا ہے اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں

مقالہ بعنوان: مالی معاملات میں امام زفرؒ کے تفردات (تجزیاتی مطالعہ)

Translation of Title in English &Roman :

Imam Zafar's Singularities in Financial Matters

(Analytical Study)

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ (ایم فل)

نام مقالہ نگار: نعمان مشتاق

رجسٹریشن نمبر: 1807-M.PHIL/IS/F-19

ڈاکٹر مظفر علی	____________________
(نگران مقالہ)	دستخط نگران مقالہ
پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی	____________________
(صدر، شعبہ علوم اسلامیہ)	دستخط صدر شعبہ علوم اسلامیہ
پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان	____________________
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)	دستخط ڈین دیکلٹی آف سوشل سائنسز
پروفیسر ڈاکٹر عامر اعجاز	____________________
(پرو۔ ریکٹر اکیڈمکس)	دستخط پرو۔ ریکٹر اکیڈمکس

تاریخ____________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں نعمان مشتاق ولدیت: مشتاق احمد

رول نمبر:MP-F19-528 رجسٹریشن نمبر:1807-M.PHIL/IS/F-19

طالب علم، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: مالی معاملات میں امام زفرؒ کے تفردات (تجزیاتی مطالعہ)

Imam Zafar's Singularities in Financial Matters

(Analytical Study)

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر مظفر علی کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے۔ اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے۔ نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ ایچ ای سی اور نمل علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔ اس لئے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے /واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: ______________

دستخط مقالہ نگار: ______________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

(ABSTRACT)

Transactions are part of social life. Sale and purchase are important activities of human life. Islam gives guidance for sale and purchase transactions and the life jurists and Ulma have addressed the varieties of such transactions as the world has become increasingly complex place

خرید وفروخت اور معاملات معاشرتی زندگی کا لازمی جز ہے۔ ہر فرد اذندگی کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اور یہ چیز ابتدا انسانیت سے چلی آرہی ہے۔ تہذیب وتمدن کے ارتقاء کے ساتھ لین دین کے تمام طریوں میں جہاں جہاں جہاں جدت آئ وہاں اس نے کچھ جدید اور نیے مساہل کو بھی جنم دیا۔ معاملات اور تجار تکے احکام کو شریعت نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر یہ کہا جایے تو غلط نہیں ہوگا دنیا کے کسی مذہب نے تاریخ کے کسی نظریے نے اور کسی فلسفی نے معیشت اور تجارت کو وہ حثیت اور اہمیت نہیں دی جو اسلام نے دی ہے۔ انسانوں کے درمیان باہمی معاملات کی اہمیت کے پیش نظر حضور اقدس نے خرید وفروخت کی اقسام سے متعلق احکامات کی وضاحتیں بیان کی ہیں۔ تاکہ یہ معاملات بغیر کسی تنازعہ کے لوگوں کے درمیان طے پایں

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1.	منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ	
2.	حلف نامہ	
3.	ملخص	
4.	فہرست عنوانات	
5.	اظہار تشکر	
6.	انتساب	
7.	مقدمہ	
8.	**باب اول: امام زفرؒ اور متفرق مالی معاملات میں ان کے تفردات**	
9.	فصل اول: امام زفر کا تعارف اور متفرق مالی معاملات میں ان کے تفردات	
10	فصل دوم: متفرق مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات اور ان کی فقہی افادیت	
11	**باب دوم: خرید و فروخت (بیوعات) کے معاملات میں امام زفرؒ کے تفردات**	
12	فصل اول: بیوعات میں امام زفرؒ کے تفردات کا تجزیہ	
13	فصل دوم: بیوعات میں امام زفر کے تفردات اور ان کی عصری معنوی	

14	**باب سوم: مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات**	
15	فصل اول: مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کی نوعیت	
16	فصل دوم: الی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کا تجزیہ اور ان سے عصری استفادہ	
17	خلاصہ بحث	
18	نتائج	
19	سفارشات	
20	فہارس	
21	فہرست قرآنی آیات	
22	فہرست احادیث	
23	فہرست مصادر و مراجع	

اظہارِ تشکر

مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات کے متعلق تحقیق کرنااوراس کا عصری استفادہ پیش کرناخاصہ مشکل اور محنت طلب امر تھاجو محض اللہ کے کرم اوراس کی بے پایاں مہربانی سے پایہ تکمیل تک پہنچا۔اس پر میں اللہ رب العزت کا جس حد تک شکرادا کروں کم ہے۔

میں ممنون ہوں اپنے والدین مکرمین اور خصوصی طور پر اپنے بھائیوں کا جنہوں نے اس کام میں میرا حوصلہ بڑھایا۔ خصوصی طور پر والدہ کا جنہوں نے ہمیشہ اپنی دعاوں میں مجھے یادرکھااور ہر معاملہ میں بڑھ چڑھ کر مجھے حوصلہ دیا۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اساتذہ کا جنہوں نے علمی میدان میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا۔اس کے ساتھ اپنے طلباء حسنین معاویہ، عبدالباسط،اور دیگر تمام ساتھیوں کا بھی انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ کی تکمیل کے دوران میری مدد ونصرت کی۔ان تمام حضرات کی دعاوں، محنتوں اور بے لوث محبتوں کی وجہ سے میں آج اس مقام تک پہنچا ہوں۔اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو اپنی محبت اور اپنی طرف سے ایسی جزاء عطاء فرمائیں جس سے سب کے سب راضی ہو جائیں۔

نگران مقالہ **محترم ڈاکٹر مظفر علی صاحب** کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جن کی مسلسل توجہ اور ہمہ وقت رہنمائی کی وجہ سے یہ مقالہ تکمیل کو پہنچا۔استاد محترم نے ہمیشہ مفید مشوروں سے نوازااور مقالہ میں جہاں جہاں اصلاح کی ضرورت تھی موقع بموقع بڑے احسن انداز سے اس کی نشاندہی فرمائی اور انتہائی خلوص اور ہمدردی سے مقالہ کی تکمیل کے لئے ہمت بندھائی۔اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطاء فرمائے اور انہیں اپنی محبت عطاء فرمائے۔

شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ نمل کے تمام اساتذہ اور بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر مستفیض علوی صاحب (صدر شعبہ اسلامی فکر وثقافت) ، استاذ محترم ڈاکٹر نور حیات خان صاحب،استاذ محترم ڈاکٹر امجد حیات صاحب اور ڈاکٹر ریاض سعید صاحب، ان سب کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ جنہوں نے اپنی خاص رہنمائی سے مقالہ کو مزید مفید بنایا۔

تمام اساتذہ کرام اور ان تمام اہل علم حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہوں جن کی بروقت رہنمائی سے مقالہ کو مزید مفید بنانے میں مدد ملی۔

انتساب(dedication)

اپنے والدین کے نام جن کی دعاوں اور کاوشوں سے آج بندہ ناچیز اس مقام پر فائز ہوا۔

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف

اسلام دین فطرت ہے اور ان امور کے بارے میں اصولی یا تفصیلی رہنمائی فراہم کرتا جن کا تعلق انسانی زندگی سے ہے۔ رب العالمین نے اس عظیم الشان نظامِ حیات کی اصلاح کے لئے قرآن جیسی مقدس کتاب نازل فرمائی اور ''**انا له لحافظون**'' فرما کر قیامت تک کے لئے اس کی حفاظت کا اعلان فرمادیا۔ پھر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ رسول اور معلم کائنات بنا کر ختم نبوت کے تاج سے سرفراز فرمایا، تاکہ آپ کی مقدس تعلیمات پر ایمان لاتے ہوئے، اسے اپنی زندگی کا مرکز و محور بنا کر لوگ اپنی منزل مقصود کو پاسکیں۔

چونکہ انسانی زندگی فکر اور عمل کا مجموعہ ہے اس لیے دین اسلام بھی ہر دو موضوعات پر ارتکاز کرتا ہے۔ جہاں ایک طرف وہ فکر انسانی میں انقلاب برپا کرنے کے لیے عقائد کا ایک جامع سلسلہ پیش کرتا ہے، وہیں دوسری طرح اس کی عملی زندگی سے متعلق احکام کا ایک مرتب نظام عطا کرتا ہے۔ عملی احکام کے فہم اور استنباط کے لیے جو سلسلہ آغاز اسلام سے جاری رہا ہے اس کو فقہ کا نام دیا جاتا ہے۔ فقہ، دین اسلام کا نچوڑ، قرآن کریم کی تشریح، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور شریعت کے عمومی مزاج کی ترجمان ہے۔اس لیے علوم اسلامیہ میں اس کی جو اہمیت وضرورت ہے وہ آفتاب کی طرح روشن ہے۔اس کی ضرورت صرف ماضی ہی سے وابستہ نہ تھی، بلکہ آج بھی اور آئندہ بھی اس کی ضرورت واہمیت باقی رہے گی۔ جبکہ

فقہ اسلامی میں احکام شرعیہ کے استنباط کا اصل منبع قرآن وحدیث ہیں۔ پھر قیاس واجماع (نہ کہ محض عقل وقیاس) جس کی حقیقی تصویر اس واقعہ میں دیکھی جاسکتی ہے جب کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر رخصت کرتے وقت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ : کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اپنے فیصلہ کی بنیاد کس کو قرار دوگے ؟ حضرت معاذ نے عرض کیا کتاب اللہ کو۔ آپ نے پوچھا اگر اس میں کسی کا حل نہ مل سکے تو فرمایا احادیث سے فیصلہ کروں گا۔آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ اگر وہاں بھی نہ ملے تو؟ اخیر میں کہا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور حق کی جستجو میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے مزاج دین او رمزاج شریعت سے ہم آہنگی اور آگہی پر خوشی کا اظہار کیا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: '' تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

موضوع تحقیق پر سابقہ کام کا جائزہ

تحقیقی اعتبار سے امام زفر پر بہت ہی کم کام ہوا ہے۔ جزوی طور پر بعض تحقیق دیکھنے میں آتی ہیں۔ کچھ بنیادی کتب و مقالہ جات جن میں اس حوالے سے کام ہوا ہے ان کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

أخبار وأبي حنيفة وأصحابه (حسين بن علي الصيمري ابو عبداللہ۔)

یہ کتاب بنیادی طور پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے تمام مباحث میں انہی کو مرکزی حیثیت دے کر لکھی گئی ہے۔ البتہ ان کے شاگردوں کے سلسلے میں امام زفر رحمہ اللہ کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور فقط ان کے تعارف و علم کردار تک ہی بات کو محدود رکھا گیا ہے۔

امام زفر بن ھذیل (محمد اظہر المدنی)

مذکورہ کتاب امام زُفر رحمہ اللہ کی زندگی کے حوالے سے ایک جامع کتاب ہے جس میں آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو سامنے لایا گیا ہے۔ ان کے علمی مقام، جرح و تعدیل کے باب میں ان کی حیثیت، اور مسند امام ابو حنیفہ پر ان کی جلوہ افروزی کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ البتہ کتاب امام زفر رحمہ اللہ کے منہج استدلال کے تجزیاتی مطالعہ اور ان کی عدم پزیرائی کے اسباب سے گفتگو نہیں کرتی۔

الدر فيما يفتىٰ به في المذهب من اقوال زفر (سید احمد الحموی)

انکی تحقیق میں صرف اس بحث کو ذکر کیا گیا جسمیں احناف امام زفر کے قول پر متفق ہیں۔ اور انکے قول پر فتویٰ ہے۔

لحات النظر فیسیر تامامزفر (محمد زاہد بن الحسن الکوثری)

امام زفر کی سیرت انکے عملی مقام و مرتبہ اور انکے شاگردوں کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ 45 صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ ہے۔

رامام زفر أصوله الفقية وأرائه المفتي بهافي تفسير الأحكام (حافظ صالح الدین حقانی)

اس مقالہ میں حافظ صالح الدین حقانی صاحب نے امام زفر اور احناف کے مابین وہ آٹھ فروعی مسائل جن میں امام زفر اور احناف کے درمیان میں اختلاف ہے کو زیر بحث لائے ہیں اور وجہ اختلاف کو ذکر کیا ہے۔

جواھر المضیۃ فیالطبقاتالحنفیۃ (الحافظ عبدل القادر القرسی)

اس مقالہ میں احناف کے کبائر حضرات کے طبقات کا تذکرہ ہے۔ اور اس میں فقہ کے سات طبقات کے حوالہ سے بحث ہے۔

جواز تحقیق:

تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ موضوع زیر بحث سے متعلق کوئی مستقل کام نہیں ہوا۔البتہ کچھ تحقیقی کام ایسے ہیں جن سے اس موضوع کے کچھ پہلوؤں کے حوالے سے رہنمائی ملتی ہے۔ لیکن امام زفر کے منہج استدلال اور عصر حاضر میں اسکی خیثیت اور افادیت کے حوالہ سے بہت زیادہ خلاہے۔جسے پر کرنے کی ضرورت ہے۔

بیان مسئلہ:

اسلام میں فقہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ فقہ میں جن چار فقہی سلسلوں کو شہرت حاصل ہے اس میں فقہ حنفی ممتاز اہمیت کی حامل ہے۔اس کو جہاں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ جیسی نابغہ روزگار شخصیات میسرآئیں وہیں امام زفرؒ جیسے اہل علم کا بھی اس کے ارتقامیں کردار رہاہے۔ لیکن ان کی فقہی آراء کو بہت زیادہ پذیرائی نہیں مل سکی۔اس موضوع پر کوئی مستقل کام نہ ہونے کی وجہ سے ضرورت اس امر کی ہے کہ امام زفرؒ کے منہج استدلال کو زیر بحث لاکرآپ کے فقہی مقام کو سامنے لایاجائے۔اوران کی آراء سے عصری استفادے کی ممکنہ صورتوں سے بحث کی جائے۔زیر نظریہ مقالہ اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے۔

موضوع تحقیق کی اہمیت:

موضوع سے مقالے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔اس دنیا میں انسان کواپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دوسروں کی ضرورت پیش آتی ہے۔مالی لین دین کسی بھی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔اگر دین اسلام کے اعتبار سے دیکھا جائے توعبادات سے تین گناہ ذیادہ معاملات پر زور دیا گیاہے۔اور مالی معاملات کی بدلتی صورتیں آج کے دور کا ایک اہم مسئلہ ہے۔اس موضوع کو دو اعتبار سے اہمیت حاصل ہے۔ایک تواس میں جدید مالی معاملات کو سامنے رکھا گیاہے۔جو آج اسلام کی دنیا کاایک اہم مسلہ ہے۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام زفر کی شخصیت پر کام نہ ہونے کے برابر ہے تواس مقالہ میں ان کے کام کو بہت حد تک اکٹھا کیا گیاہے۔

مقاصد تحقیق:

فقہ المالیات سے متعلق فقہاء کی آراء کو عصری بنیادوں پر جانچنا

مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات کی تحقیق کرنا۔

عصر حاضر کے جدید مالی معاملات کے حل کے لئے امام زفر کے تفردات سے عصری استفادہ کرنا

متقدمین کی آراء کی حیثیت کو دور حاضر اور مستقبل کے مطابق دیکھنا۔

موضوع تحقیق کے بنیادی سوالات:

فقہ المالیات میں فقہاء کی آراء عصری بنیادوں پر کیا اہمیت رکھتی ہیں ؟

مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات کی کیا حیثیت ہے ؟

مالی معاملات میں امام زفرؒ کے تفردات فقہی اور عصری بنیاد پر کیسے تطبیقی افادیت رکھتے ہیں ؟

فقہ المالیات میں کون سے عصری پہلو ایسے ہیں جن کے متعلق امام زفر کے تفردات اہمیت کے حامل ہیں ؟

موضوع تحقیق کی تحدید:

اس مقالہ میں فقہ حنفی کی مشہور شخصیت امام زفرؒ کے منہج استدلال کو زیر بحث لایا گیا ہے۔اس بحث میں مالی معاملات سے متعلق ان کا استدلال پیش نظر رکھا گیا ہے۔

منہج تحقیق:

یہ تحقیق،اصول تحقیق کے مشہور اصولوں کے مطابق کی گئی ہے جس کے نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔مقالہ کی تحقیق کیلیے بیانیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

۲۔استفادہ کیلیے بنیادی مصادر کو استعمال میں لایا گیا ہے۔

۳۔ثانوی مصادر بوقت ضرورت استعمال میں لایا گیا ہے۔

۴۔حوالہ جات کیلیے فٹ نوٹس کا طریقہ اپنایا جائیگا جو کہ ہر صفحہ کے آخر میں دیا گیا ہے۔

۵۔مقالہ کو ابواب اور فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۶۔حوالہ میں پہلے مصنف کا نام، پھر کتاب کا نام، پھر مکتبہ کا نام، پھر شہر کا نام، پھر سن اشاعت، پھر جلد اور آخر میں صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔

۷۔آیات قرآنیہ رسم عثمانی کے مطابق لکھی گئی ہیں۔

۸۔مقالہ کے آخر میں حاصل بحث، سفارشات اور تجاویز، فہرست آیات اور احادیث، اور فہرست مصادر و مراجع درج کی گئی ہیں۔

۹۔جدید تحقیق کے ذرائع، ڈجیٹل اسلامی مکتبات کا استعمال۔مثلاً: مکتبہ شاملہ اور ایزی قرآن وحدیث وغیرہ عمل میں لایا گیا ہے۔

۱۰۔مقالہ کی تحریر و تسوید میں یونیورسٹی فارمیٹ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

ابواب وفصول کی تقسیم و ترتیب:

اس مقالہ میں تین ابواب اور ہر باب کے تحت دو دو ذیلی فصول جبکہ پہلے باب ہر فصل ایک ایک مبحث پر مشتمل ہے۔

باب اول: امام زفرؒ اور متفرق مالی معاملات

فصل اول: امام زفر کا تعارف اور متفرق مالی معاملات میں ان کے تفردات

فصل دوم: متفرق مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات اور فقہی افادیت

باب دوم: **خرید وفروخت (بیوعات) کے معاملات میں امام زفرؒ کے تفردات**

فصل اول: بیوعات میں امام زفرؒ کے تفردات کا تجزیہ

فصل دوم: بیوعات میں امام زفر کے تفردات اور ان کی عصری معنویت

باب ثالث: **مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات**

فصل اول: **مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کی نوعیت**

فصل ثانی: الی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کا تجزیہ اور ان سے عصری استفادہ

نعمان مشتاق

۳۰_۰۱_۲۰۲۳

باب اول

امام زفر اور متفرق مالی معاملات

فصل اول: امام زفر کا تعارف اور متفرق مالی معاملات میں ان کے تفردات

فصل ثانی: متفرق مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات اور فقہی افادیت

فصل اول: امام زفر کا تعارف اور متفرق مالی معاملات میں ان کے تفردات

مبحث اول: امام زفر کی حیات و خدمات

آپ کا نام اور اسکا معنی:

آپ کا نام زفر ہے، یہ عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی عربی میں عموما بہادری اور سخاوت کے آتے ہیں۔ لغت کی معروف کتاب میں ہے

"وزفر كلمة عربية تطلق على الرجل الشجاع، كما تطلق على الرجل الجواد"

ترجمہ: زفر عربی کلمہ ہے اس کا اطلاق بہادر شخص پر بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح سخاوت کرنے والے پر ہوتا ہے۔
عربی لغت کی کتاب "المنجد میں لفظ زفر کے کئی ایک معنی بیان کئے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے افسر:۔ شیر، بہادر، سمندر، بہت پانی والا دریا، سردار، مشک کے اٹھانے کے لئے مضبوط آدمی، بہت عطیہ، فوجی دستہ[1]

امام زفر کی نسبت:

آپ کا لقب بصری حنفی، تمیمی اور کنیت عنبری وغیرہ کہا جاتا ہے۔[2]

والدہ اور زوجہ کا تعارف:

امام زفر کی اہلیہ بصرہ کے ممتاز محدث خالد بن حارث کی بہن تھیں، ان کی والدہ البتہ عجمی النسل تھیں، چنانچہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ صورت کے اعتبار سے عجمی اور سیرت کے اعتبار سے عربی تھے۔ آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) کے استاد محترم حجاج بن ارطاۃ (رضی اللہ تعالی عنہ) کہا کرتے تھے: "اللسان عربی لا الوجہ ان کا چہرہ تو عربوں جیسا نہیں ہے مگر زبان عربوں جیسی ہے۔

امام زفر کا خاندانی پس منظر:

آپ عرب کے ممتاز گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ امام کردی لکھتے ہیں۔ آپ معزز خاندان سے تھے۔ امام زفر بنیادی طور پر عربی ہیں۔ ان کے والد دور امیہ کی حکومت میں بعض حکومتی مناصب پر بھی براجمان رہے جیسا کہ کتب تاریخ اور سیرت میں بیان کیا گیا ہے . خلیفہ ولید بن عبد الملک کے قتل کے بعد ان کو اصبہان کا گورنر بنایا گیا لیکن فوراوہ

---

[1] الأزدي، علي بن الحسن الھُنائيَ، المنجد، اردو بازار لاہور، ص ۳۴۷

[2] النووي؛ يحيى بن شرف بن مري بن حسن الحزامي الحوراني، تہذیب الاسما، دار الکتب العلمیہ، بیرات، ج ۱، ص ۱۹۷

معزول کر دیئے گئے۔اس کے علاوہ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ امام زفر کا خاندان ایک خوشحال گھرانا تھا جہاں وافر مقدار میں سائل زندگی موجود تھے۔ تاریخ میں امام زفر کے دادا جن کا نام بھی زفر ہی ہے کا یزید بن مہلب کے ساتھ ذکر کیا جاتاہے جس سے پتہ چلتاہے کہ یہ خاندان دولت وشہرت کے ساتھ ساتھ اچھی خصلتوں سے بھی متصف تھا۔ان کے بھائی بہنوں کے بارے میں امام ابونعیم فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُوْهُ بِأَصْبَهَانَ فِي دَوْلَةِ يَزِيْدَ بنِ الوَلِيْدِ، فَكَانَ لَهُ ثَلاَثَةُ أَوْلاَدٍ: زُفَرُ، وَهَرْثَمَةُ، وَكَوْثَرٌ۔

امام زفر کے والد زید بن الولید کے عہد اقتدار مین اصبہان میں تھے۔ان کے تین بچے تھے زفر، ہرثمہ اور کوثر۔[3] بعض یہ کہتے ہیں ان کے ایک اور بھائی کا نام ملتاہے صباح بن الھذیل اور وہ بنی تمیم کے صدقات پر مامور تھے۔

امام زفر کا شجرہ نسب:

ابوالھذیل زفر العنبری البصری ابن الھذیل بن (زفر بن الھذیل بن) قیس بن سلیم بن مکمل بن قیس بن ذہل بن ذویب بن جذیمہ بن عمرو بن حجنور بن العنبر بن جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم بن مر ابن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان [4]

امام زفر کا لقب:

آپ کا لقب فقہ نبیل ہے۔آپ کو یہ لقب دینے والے ابوعاصم ہیں۔آپ امام اعظم امام ابو حنیفہ کے شاگرد رہے ان کی وفات کے بعد آپ امام زفر کے دامن سے وابسطہ ہو گئے۔اور آپ سے فقہ کی تعلیم سیکھی۔[5]

امام زفر کی پیدائش:

امام زفر کی ولادت 110 ہجری یعنی 728 عیسوی میں ہوئی اور یہی اکثر تاریخ دان سے ثابت ہے۔ لیکن امام صفدی نے اپنی کتاب الوافی بالوفیات میں ان کی تاریخ پیدائش 116 ہجری بتائی ہے[6] آپ کی پیدائش عراق میں ہوئی لیکن شہر کے متعلق صحیح طور پر کوئی بات نہیں کہی جاسکتی لیکن اتنا کہا جاسکتاہے کہ ان کی ولادت کوفہ میں ہوئی ہو گی۔

امام زفر کا زمانہ وفات:

---

[3] الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي، شمس الدين، أبو عبد الله، سیر اعلام النبلاء، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، 1402ھ، ج8، ص40

[4] ابن خلكان، أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي، أبو العباس، وفیات الاعیان، الناشر: دار صادر – بيروت 1972، ج3، ص117

[5] حسين بن علي الصيمري أبوعبدالله، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، الناشر: عالم الكتب 1405، ج١، ص١١٩

[6] صلاح الدين الصفدي، خليل بن أيبک بن عبد الله الصفدي، صلاح الدين، الوافی بالوفیات، الناشر: دار إحياء التراث العربي: 2000، ج14، ص135

اخبار ابی حنیفہ میں ہے

"وزفر هو زوج اخت خالد بن الحارث ومات في أول حلافة المهدى سنة ثمان وخمسين ومائة"

ترجمہ: امام زفر خالد بن حارث کی بہن کے شوہر تھے اور آپ کی وفات خلافت مہدی کے اوائل میں ہجری 158 میں ہوئی۔[7]

ابتدائی تعلیم:

امام زفر کا تعلق ایک اچھے اور متوسط گھرانے سے تھالہذاان کو ان مشکلات کا سامنا نہیں ہوا جن سے دوسرے لوگ دوچار ہوتے ہیں اور انہیں مکمل سہولت دلجمعی اور اطمینان قلب کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ قرآن کے حافظ اور ماہر بھی تھے۔ انہوں نے بتدا اپنے علاقے سے ہی ابتدائی علوم حاصل کئے۔ اور وہیں قرآن کریم بھی یاد کیا۔ اس کے بعد ان کے والدان کو لے کر اصبہان تشریف لے گئے تو انہوں نے وہاں کے مختلف اکابرین محدثین اور دیگر اجلہ علماء سے علم کی پیاس کو بجھایا.

وسیلۃ الزفر کا مقدمہ:

وسیلۃ الزفر کے مقدمہ میں ہے

نشا الامام زفر في بيت علم ورئاسة وسلطان ذالك ان والده كان واليا على أصبهان وقد وجه ابنه إلى طلب العلم و مانان شب زفر حتى شرح الله صدره لحفظ القرآن الكريم ثم اشتغل بسنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى صار من أن ن أئمة المحدثين ثم اشتغل بالفقه على يد الامام أبي حنيفة حتى صار أقيس أصحابه كما كان له الفضل في نشر مذهبه في البصرة"

ترجمہ: امام زفر ایک علمی حکومتی منصب کے حامل گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اصبہان کے گورنر تھے آپ کے والد کی تربیت نے آپ (رحیمہ اللہ تعالی عنہ کی تمام تر توجہ کا مرکز تحصیل علم دین بنا دیا۔ امام زفر جوں جوں جوانی کی طرف بڑھنے لگے اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے حفظ قرآن کیلئے آپ کا سینہ کھول دیا۔ حفظ قرآن کے بعد آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی تحصیل میں ایسے مصروف عمل ہوئے کہ امام المحدثین کے درجے پر فائز ہو گئے۔ پھر جناب امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالی عنہم کی خدمت میں رہ کر فقہ سیکھنے میں مشغول ہو گئے حتی کہ امام ابو حنیفہ کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے تھے جیسا کہ بصرہ میں فقہ ابی حنیفہ کو پھیلانے میں آپ کا کردار

[7] حسين بن علي الصيمري أبو عبد الله، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، الناشر: عالم الكتب 1405، ج ا، ص ۱۱۹

سرفہرست ہے[8]

امام زفر کا علمی سفر:

یہ بات بہت واضح ہے کہ امام زفر کے ابتدائی احوال کے تعلق سے بہت کم معلومات موجود ہیں اور یہ صرف انہی کی ساتھ خاص نہیں بلکہ بہت سے اجلہ محدثین کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے کہ ان کے بھی ابتدائی حالات کی جانکاری بہت کم معلوم ہے۔ شروع کی تعلیم انہوں نے جن اساتذہ سے پائی اس اعتبار سے کچھ کہنا مشکل ہے لیکن کتب وسیر وتراجم میں اسکا ذکر موجود ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔

امام زفر کے اساتذہ کا تعارف:

علم حدیث کی اہمیت اور عظمت سے کون واقف نہیں ہے۔ اس اعتبار سے کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ جس دور میں امام زفر تھے وہ دور تدوین حدیث کا سنہری دور تھا اور محدثین کرام کی جماعتیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع وتدوین میں مصروف تھے۔ امام زفر نے بھی رواجی تعلیم کے مطابق علم حدیث کی تحصیل کی طرف توجہ کی اور محنت کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور حافظ ذہبی کے الفاظ میں اس میں اتقان وپختگی حاصل کرلی۔

امام زفر نے جن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا ان میں سے بعض کے نام۔

- **اعمش**۔ امام اعمش کا پورا نام سلیمان بن مہران ابو محمد الاسدی الکاہلی ہے۔ یہ تابعی ہیں۔ انہوں نے صحابی رسول حضرت انس سے روایت کا شرف حاصل ہے ۔
- **اسماعیل بن ابی خالد** یہ بڑے تابعی ہیں اور انہیں پانچ صحابہ کرام سے روایت کا شرف حاصل ہے۔ ۔
- **امام ابوحنیفہ**: امام ابوحنیفہ کے نام سے کون نہیں واقف اور امام زفر کا ان سے تعلق کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اگرچہ بعض نابلد لوگ آج ان کو علم حدیث کے تعلق سے جانتے ہیں لیکن حافظ ذہبی اور دیگر محدثین نے حفاظ حدیث میں ذکر کرکے یہ بتادیا ہے کہ ان کا مرتبہ علم حدیث میں کیا ہے۔ جہاں تک فقہ کی بات ہے تو اس میں سلسلے میں چند احمقوں کو چھوڑ کر ان کی فقاہت پر امت کا اتفاق بلکہ اجماع ہے یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مشہور الفاظ ہیں کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔
- **محمد بن اسحاق** : سیرت ومغازی کی ابتدائی تصانیف میں احمد بن اسحاق کی تصنیف بھی شامل ہے ۔
- **حجاج بن ارطاۃ**: یہ محدث بھی تھے اور فقیہی بھی۔ خصوصا فقہ پر بہت عبور رکھتے تھے اسے وجہ سے انکو مفتی کوفہ کہا جاتا تھا اور مفتی کا لقب بھی دیا گیا تھا۔[9]

---

[8] وسیلۃ الزفرۃ، ترجمہ امام زفر، ج۱، ص30 دار خضر، بیروت

[9] وسیلۃ الزفرۃ، ترجمہ امام زفر، ج۱، ص۳۶ دار خضر، بیروت

امام زفر کے اساتذہ کرام کی ایک طویل فہرست ہے لیکن یہاں پر ان کا یہ ایک مختصر تعارف تھا اس کے علاوہ بھی امام زفر کے اساتذہ میں اور بھی بہت سے نام ہیں لیکن اختصار کی غرض سے یہاں صرف تین چار نام ہی ذکر کئے گئے ہیں۔

یہاں پر کچھ باتیں خاص طور پر دیکھنے کی ہیں کہ پہلے والے دو نام بڑے اور جلیل القدر محدثین کے ہیں۔اس کے بعد والے دو حضرات فقہ میں ممتاز ہیں اور ان میں ایک یعنی امام ابو حنیفہ تو فقہ میں ان کے مقام سے شاید ہی کوئی ناآشنا ہو۔

تیسری ہستی ان میں سے مغازی اور سیرت کے امام محمد بن اسحاق ہیں۔اس سے یہ واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ امام زفر نے طلب علم میں ہر طبقہ سے تحصیل علم کیا ہے اور کسی گوشہ کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔

امام زفر کے شاگرد:

ابتدا میں انسان کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتا ہے۔اور علم حاصل کرنے کی لئے بہت سخت محنت کرتا ہے۔پھر دوسرا دور شروع ہوتا دوسرا دور وہ ہوتا ہے جب کوئی دوسرا انسان اس کے سامنے آکر بیٹھتا ہے اور اس کے علم سے مستفید ہوتا ہے۔علم سے تعلق اور اشتغال رکھنے والوں کیلئے یہ دونوں مراحل لازمی ہیں۔

امام زفر کے طالبعلموں کی بھی ایک لمبی فہرست ہے جس کا ادراک اور احاطہ اس مختصر موضوع میں نہیں کیا جا سکتا ہے۔چند نام مثال کے لئے ذکر کئے جا رہے ہیں۔

- **عبداللہ بن مبارک:** حضرت عبداللہ بن مبارک کی ہستی سے کون واقف نہیں ہے۔علوم اسلامیہ میں جلالت قدر اور جلالت شان مسلم ہے۔تفسیر، فقہ حدیث میں وہ امامت کا درجہ رکھتے ہیں
- **وکیع بن الجراح:** علم حدیث میں ان کا مقام و مرتبہ بہت زیادہ بلند اور بلند شان رکھتا تھا۔یہاں پر ایک بات ذکر کرنا چاہوں گا کہ امام وکیع بن الجراح امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فقہ سے متاثر تھے اور ان کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے۔

امام زفر سے تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں خود امام وکیع کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

"١لحمدلله الذى جعلك لناخلفاعن ١الامام ولكن لايذہب عنى حسرة ١الامام"

۔اللہ کا شکر ہے کہ جس نے امام زفر کو ہمارے لئے امام اور جانشیں بنایا لیکن امام ابو حنیفہ کے تعلق کی حسرت نہیں مجھے آج بھی محسوس ہوتی ہے۔۔(یعنی ان کے انتقال کا دکھ اور صدمہ اپنی جگہ باقی ہے(

- **سفیان بن عیینہ:** حدیث کے علم میں امام سفیان بن عیینہ کا مقام اور شان تسلیم کی جاتی ہے۔محدثین نے

گراں قدر الفاظ میں آپ کی توثیق اور توصیف کی ہے۔[10]

•**ابو نعیم فضل بن دکین**: علم حدیث کے امام ہیں اامام زفر سے دونوں علوم میں حدیث اور فقہ میں مہارت حاصل کی ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں حدیث کی سماعت کر کے آتا تو وہ مجھ کو بلاتے اور فرماتے جو حدیثیں تم نے سنی ہیں بیان کرو، میں بیان کرتا تو فرماتے دیکھو یہ حدیث ناسخ ہے یہ منسوخ ہے۔اس میں فلاں علت ہے اور یہ قابل عمل ہے۔اس کو بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ امام زفر ان سے کہتے تھے لاو میں تمہارے لئے احادیث کو چھان دوں۔ فضل بن دکین کہتے. جب امام ابو حنیفہ کا انتقال ہوا تو میں نے امام زفر کی صحبت اختیار کی کیونکہ وہ سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ متقی وپرہیز گار تھے۔[11]

شقیق بن ابراہیم کہتے ہیں

یہ بہت بزرگ شخصیت ہیں وہ خود یہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ کا علم زفر سے حاصل کیا ہے۔

وعن شقيق قال اخذت لباس الدون عن سفيان واخذت الخشوع من اسرائيل واخذت العبادة من عباد بن كثير والفقه من زفر[12]

ان کے علاوہ جن دوسروں نے امام زفر سے حدیث وفقہ کی تحصیل کی ہے ان کے اسمائے گرامی مختصر ابیان کئے جارہے ہیں۔

حَسَّانُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ الكَرْمَانِيُّ، وَأَكْثَمُ بنُ مُحَمَّدٍ - وَالِدُ يَحْيَى بنِ أَكْثَمَ - وَعَبْدُ الوَاحِدِ بنُ زِيَادٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ المُلاَئِيُّ، وَالنُّعْمَانُ بنُ عَبْدِ السَّلاَمِ التَّيْمِيُّ، وَالحَكَمُ بنُ أَيُّوْبَ، وَمَالِكُ بنُ فُدَيْكٍ، محمد بن عبدالله الانصاری القاضی، شداد بن حکیم ،نعمان بن عبدالسلام،ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد

اس بارے میں ایک بات قابل لحاظ ہے اور وہ یہ قضاء وقدر نے ان کو زیادہ مہلت نہ اور امام ابو حنیفہ کے انتقال کے محض آٹھ سال بعد انکا انتقال ہو گیا۔اس وقت ان کی عمر پچاس سے کم تھی۔ جس کے بارے میں حافظ ذہبی کہتے ہیں مات قبل اوان الروایۃ یعنی ان سے دوسرے حدیث کی روایت کریں۔اس کا مرحلہ مکمل طور پر آنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

امام زفر کے بارے میں محدثین وفقہاء کے اقوال

10 زاہد، محمد زاہد بن الحسن کوثری، لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر، سن اشاعت: 1248ھ، ج 1، ص ٦

11 سیر اعلام النبلاء 41/8

12 لمحات النظر ص 32

ابن حبان کہتے ہیں:

زفر بن الھذیل الکوفی من اصحاب ابی حنیف،یروی عن یحیی بن سعید الانصاری ،روی عنه شداد بن حکیم البلخی واھل الکوفه وکان زفر متقناحافظا قلیل الخطاء۔[13]

زفر بن الہذیل کوفی جو امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے ہیں،یحیی بن سعید الانصاری سے روایت کرتے ہیں اور ان سے شداد بن حکیم البلخی اور دیگر اہل کوفہ زفر حدیث میں متقن،حافظ اور کم غلطیاں کرنے والے ہیں۔ امام نسائی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

امام نسائی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

حسن بن زیاد کہتے ہیں:

کان زفر وداؤد الطائی متواخیین ،فاماداؤد فترک الفقه واقبل علی العبادة وامازفر ،فجمع ھما[14]

زفر اور حضرت داؤد الطائی (مشہور عابد و زاہد) دونوں نے ایک دوسرے سے بھائی کا رشتہ قائم کیا ہوا تھا۔داؤد الطائی نے آخر میں فقہ کو چھوڑا اور ہمہ تن عبادت کی جانب متوجہ ہو گئے۔اور امام زفر نے دونوں کو ایک ساتھ جمع کر لیا

حافظ ابو نعیم الاصبہانی کہتے ہیں:

کنت اعرض الحدیث علی زفر،فیقول :ہذا ناسخ ،ہذا منسوخ،ہذا یوخذ به ،ذا یرفض(المصدرالسابق)

میں امام زفر پر احادیث پیش کیا کرتا تھا اور وہ فرماتے تھے یہ ناسخ ہے یہ منسوخ ہے۔یہ قابل عمل ہے اور یہ متروک ہے۔

مشہور محدث امام وکیع کہتے ہیں:

کان زفرشدید الورع،حسن القیاس،قلیل الکتابة یحفظ مایکتبه[15]

امام زفر انتہائی پرہیزگار،بہترین قیاس کرنے والے،کم لکھنے والے تھے اور جو لکھتے تھے اسے یاد رکھتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں:

کان زفر ذاعقل ودین وفھم وورع ،وکان ثقة فی الحدیث[16]

زفر صاحب عقل و فہم اور متقی و پرہیزگار تھے،اور حدیث میں ثقہ تھے۔

---

[13] امام ابی حاتم محمد بن حبان البستی،کتاب الثقات،دار الکتب العلمیه بیروت،ج6،ص339

[14] سیراعلام النبلاء8/41

[15] زاہد،محمد زاہد بن الحسن کوثری،لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر،سن اشاعت:1248ھ،ج1،ص7

[16] حافظ ابوالقادر القرشی،محی الدین ابی محمد عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ ابن سالم بن ابی الوفاء،الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ،ناشر:دار احیاء الکتب العربیۃ1408ھ ص208

الانتقاء میں وہ کہتے ہیں:

وامازفر بن الهذيل العنبرى ثم التميمى فكان كبيرا من كباراصحاب ابى حنيفة افقههم ،وكان يقال :انه كان احسنهم قياساً۔[17]

زفر بن ہذیل العنبری امام ابو حنیفہ کے بڑے شاگردوں میں سے تھے، اور ان میں سب سے زیادہ فقیہ تھے اور کہا جاتا ہے وہ ان میں (امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں) سب سے بہتر قیاس کرنے والے تھے۔

مشہور شافعی فقیہ اور محدث حافظ نووی[18] لکھتے ہیں:

كان جامعابين العلم والعبادةوكان صاحب حديث،ثم غلب عليهالراى۔

امام زفر علم اور عبادت کے جامع تھے اور ابتداء میں وہ محدث تھے پھر ان پر رائے غالب ہو گئی یعنی فقاہت غالب آ گئی

حافظ ذہبی کہتے ہیں:

الفقيه المجتهد الربانى العلامه ------تقفه بانى حنيفة وهواكبرتلامذته وكان ممن جمع بين العلم والعمل وكان يدرى الحديث ويتقنه [19]

فقیہ، ربانی مجتہد، علامہ امام ابو حنیفہ سے فقہ کی تحصیل کی اور وہ ان کے شاگرد میں سب سے بڑے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے علم اور عمل دونوں کو جمع کیا تھا۔ اور وہ حدیث کو نہ صرف جانتے تھے بلکہ اس میں پختگی اور اتقان انہیں حاصل تھا۔

حافظ ذہبی[20] میں کہتے ہیں:

زفر بن الهذيل العنبرى احد الفقهاء والعباد صدوق وثقه ابن معين وغيرواحد۔

زفر بن الهذیل چندہ فقہاء اور عابدوں میں سے ایک تھے ان کی ابن معین اور دوسروں نے توثیق کی ہے۔

بعینہ یہی لفظ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں بھی ادا کئے ہیں صرف اس فرق کے ساتھ کہ وثقہ ابن معین وغیر واحد کی جگہ وثقہ غیر واحد وابن معین کا لفظ ہے۔[21]

---

[17] الانتقاء335

[18] النووي، يحيى بن شرف بن مري بن حسن الحزامي الحوراني، النووي، الشافعي، أبو زكريا، محيي الدين، تهذيب الاسماءواللغات،الناشر: إدارة الطباعة المنيرية – القاهرة،ج1،ص197

[19] سیر اعلام النبلاء41/8

[20] ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی المعروف امام ذہبی (ذھبی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار المعرفہ لطباعہ والناشر بیروت لبنان، ج2، ص71

[21] ابن حجر العسقلاني؛ أحمد بن علي بن محمد الكناني العسقلاني، أبوالفضل، شهاب الدين، ابن حجر، لسان الميزان، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية1423ھ، ج3، ص502

امام زفر کا فقہ میں مقام و مرتبہ:

امام زفر کا فقہ میں کیا مقام و مرتبہ ہے اور بطور خاص فقہائے احناف میں ان کا درجہ ور تبہ کیا ہے۔اس بارے میں ضرورت ہے کہ ذرا تفصیلی طور پر کلام کیا جائے۔ابن عابدین نے امام زفر کو فقہاء یا مجتہدین کے سات درجے کرنے کے بعد دوسرے درجہ میں رکھاہے یعنی مجتہد فی المذہب۔ جن کا کام یہ ہے کہ جس مسئلہ میں امام سے کوئی صراحت نہ ہو اس میں اجتہاد کریں۔ لیکن اصول یا فروع میں وہ امام ابوحنیفہ کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ابن عابدین کی اس تقسیم کی بہت سے دیگر فقہاء احناف نے مخالفت کی ہے اور اس کو غلط بتایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ صاحبین اور امام زفر کا مقام و مرتبہ بھی مجتہد مطلق کا ہے یعنی اصول اور فروع دونوں میں وہ مجتہد ہیں البتہ انہوں نے چونکہ ہمیشہ اپنی نسبت امام ابوحنیفہ کی اور امام ابوحنیفہ کے مسلک کی نشر و اشاعت کی۔اس لحاظ سے ان کو امام ابوحنیفہ یا فقہائے احناف کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ ورنہ وہ بھی ویسے ہی مجتہد ہیں جیسے امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی وغیرہ۔

شیخ ابوزہرہ نے امام ابوحنیفہ پر لکھی گئی کتاب میں اس پر بحث کی ہے اور آخر میں یہی رائے قائم کی ہے کہ وہ مجتہد مطلق تھے۔یعنی اجتہاد مطلق کی تمام شرائط اور اوصاف ان میں بدرجہ کمال موجود تھا لیکن انہوں نے ہمیشہ امام ابوحنیفہ کے اقوال کی نشر و اشاعت اور ان کے مسلک کو عام کرنے کی کوشش کی۔[22]

امام زفر کے قول پر فتویٰ:

امام زفر باوجود اس کے کہ بہت مختصر عمر پائی اور محض اڑتالیس سال کی عمر میں واصل بحق ہوگئے۔اس لئے ان سے فرمودہ نقولات و مسائل کی وہ کثرت نہیں ہے جو صاحبین کی ہے اس کے باوجود فقہ حنفی میں 17 مسائل ایسے ہیں جس میں فتویٰ امام زفر کے قول پر ہے۔جو کہ کتب فقہ و فتاوی میں متفرق طور پر مذکور تھے اس کو سب سے پہلے سید احمد الحموی "الاشباہ والنظائر کے شارح نے ایک جگہ ایک رسالہ میں جمع کیا اور اس کا نام رکھا "عقود الدرر فیما یفتی بہ فی المذہب من اقوال زفر" اس رسالہ کی ایک شرح شیخ عبدالغنی النابلسی نے لکھی ہے۔اس کے بعد علامہ ابن عابدین نے ان کی تلخیص و تحقیق کی۔ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ سید احمد حموی کے رسالہ میں سترہ مسائل تھے جس میں ان کے بقول فتوی امام زفر کے قول پر ہے۔ابن عابدین نے ردالمحتار[23] میں اس سترہ میں سے تین کو حذف کیا اور آٹھ دیگر مسائل کا اضافہ کیا ہے۔اس طرح کل وہ مسائل جس میں فتویٰ امام زفر کے قول پر ہے وہ بیس ہو جاتے ہیں۔یہی بات شیخ زاہد الکوثری نے بھی لمحات النظر میں لکھی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ولزفر نحو سبع عشرة مسالة يفتى بهافي المذهب عند نقاد المذهب الف فيهاالسيد الحموی شارح

---

[22] ابوزہرہ مصری، حیات امام ابی حنیفہ، الناشر: دہلی اعظم پبلیکیشنز، ص725

[23] محمد امین بن عمر عابدین، دالمحتار علی الدر المختار، الناشر: عالم الکتب 1423ھ، ج3، ص330

الاشباه والنظائر رسالة سماها"عقود الدرد فيمايفتى به فى المذهب من اقوال زفر)وشرحها الشيخ عبدالغنى النابلسى ومحصها ابن عابدين وانفرادات زفر فى المسائل مدونة فى منظومة النسفى فى الخلاف وشروحوحا ببسط،وقداشار ابوالزيد الدبوسى فى تاسيس النظر فى فصل خاص الى مخالفات زفر فى الاصول والفروع كمااشيرالى آرائه الخاصٰ فى الاصول فى كتب الاصول المبسوطة كشامل الاتقانى وبحرالزركشى وشروح اصول البزدوى خاصة[24]

امام زفراور قیاس:

امام زفر کی جو سب سے نمایاں خصوصیت کتب تاریخ وتراجم میں ذکر کی گئی وہ ان کی قیاس میں مہارت ہے یہاں تک کہ قیاؔس ان کی صفت ثانیہ بن گئی اور لوگ اسی وصف سے ان کو جاننے لگے۔امام ابو حنیفہ بھی اس فن میں ان کے معترف تھے چنانچہ ایک مرتبہ امام ابویوسف اور امام زفر کے درمیان کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کی موجودگی میں بحث چھڑ گئٗ توراوی کہتاہے کہ اگربات حدیث کی ہوتی توامام ابویوسف غالب رہتے اوراگربات قیاس ونظائر کی ہوتی ہے توامام زفر غالب رہتے۔

حدث ابن ابى العوام عن الطحاوى عن ا بى خازم عبدالحميد القاضى انه سمع بكرالعمى يقول سمعت محمد بن سماعه يقول عن محمد بن الحسن قال:حضرت زفروابايوسف يتناظران فكان ابويوسف يقهره بكثرة الرواية عنا بى حنيفه والاخبار فاذاصارالى المقايسة قهره زفر ۔[25]

اس بات کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جب امام امام مزنی جو امام شافعی کے تلمیذ خاص تھے ان سے فقہائے احناف کے بارے میں سوال کیاتوہرایک کی ممتاز خصوصیت کاذکر کردیایہ واقعہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور وہاں سے شیخ ابوزہرہ نے اپنی کتاب الامام ابو حنیفہ وآراؤہ الفقہیہ میں ذکر کیاہے۔ہم اس وقت اس کے اردو ترجمہ سے اقتباس دے رہے ہیں جس کے مترجم غلام احمد حریری اور محشی اور صاحب تعلقیات مولاناعطاءاللہ حنیف بھوجیانی ہیں۔

"مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوااور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا"ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کی کیارائے ہے امام مزنی نے کہااہل عراق کے سردار،اس نے پھر پوچھا اور ابو یوسف کے بارے میں کیاارشاد ہے امام مزنی بولے وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں،اس شخص نے پھر کہااور امام محمد کے بارے میں کیافرماتے ہیں مزنی فرمانے لگے وہ تفریعات مین سب پر فائق ہیں وہ بولااچھاتوزفر کے متعلق فرمایئے امام مزنی بولے وہ قیاس میں سب سے تیز ہیں۔[26]

---

[24] لمحات النظر ص21

[25] لمحات النظر ص10

[26] حیات امام ابو حنیفہ ص384

امام ابو حنیفہ رضی اللہ بھی فرمایا کرتے تھے وہ میرے شاگردوں میں قیاس کے معاملہ میں سب سے آگے ہیں۔ [27]

امام زفر کی ذہانت:

امام زفر بڑے تیز ذہن کے مالک تھے اور وہ جانتے تھے کہ کسی فقہی مسئلہ کی اصل کیا ہے اور وہ مزاج شریعت سے کتنا قریب یا کتنا دور ہے۔اس سلسلے میں ایک واقعہ بڑا دلچسپ ہے جو اس دور کی علمی فضاء اور پھر امام زفر کا تینوں فقہائے کرام کی رایوں کے مابین تقابل ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود بھی کتنے دقیقہ شناس اوراس فن کے شناور تھے۔

جاء رجل الی ابی حنیفة فقال:انی شربت البارحة نبیذا ولاادری طلقت امراتی ام لا؟قال:امراتک حتی تستیقن انک قد طلقتها۔ثم جاء الی سفیان الثوری فقال:یااباعبدالله انی شربت البارحة نبیذا ولاادری طلقت امراتی ام لا؟قال:اذهب فراجعها فان کانت قد طلقتها لم تضرک المراجعة شیئا،ثم اتی شریک بن عبدالله فقال یااباعبدالله انی شربت البارحة نبیذا ولاادری طلقت امراتی ام لا؟قال اذهب فطلقها ثم راجعها،ثم اتی زفربن الهذیل فقال یااباالهذیل انی شربت البارحة نبیذا والاادری اطلقت امراتی ام لا؟قال هل سالت غیری قال نعم ابوحنیفة ،قال فماقال لک،قال المراة مراتک حتی تستیقن انک قد طلقتها،،قال الصواب ماقال ،فهل سالت غیره ،قال :سفیان الثوری فماقال لک،قال اذهب فراجعها فان کانت قد طلقتها فقد راجعتها وان لم تکن طلقتها لم تضرک المراجعة شیئا،قال:مااحسن هذا ،قال فهل سالت غیره؟ قال شریک بن عبدالله:قال فماقال لک؟قال:اذهب فلطقها ثم راجعها قال: فضحک زفر ثم قال :اضرب لک مثلا:رجل مریثعب ماء فاصاب ثوبه ،قال ابوحنیفه ثوبک طاہر وصلاتک تامة حتی تستیقن امرالماء،وقال لک سفیان :اغسله فان یکن نجسا فقد طهر وانی کن نظیفا زاده نظافة ،وقال لک شریک،اذهب فبل علیه ثم اغسله الخ

ایک شخص امام ابو حنیفہ کے پاس آیا اور کہا کل رات میں نے نبیذ پی اور میں نہیں جانتا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا نہیں،امام ابو حنیفہ نے کہا وہ تمہاری بیوی ہے جب تک کہ تمہیں طلاق کا یقین نہ ہو جائے۔ پھر وہ شخص حضرت سفیان ثوری کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبداللہ میں نے کل رات نبیذ پی اور میں نہیں جانتا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا نہیں۔ حضرت سفیان ثوری نے کہا اپنی بیوی سے رجوع کر لو اگر تم نے طلاق دی ہے تو وہ اب دوبارہ تمہاری بیوی ہو جائے گی اور اگر تم نے طلاق نہیں دی ہے تو تمہارے اس رجوع سے کچھ بگڑنے والا بھی نہیں ہے۔ پھر وہ شخص شریک بن عبداللہ کے پاس آیا اور وہی سوال دوہرایا، شریک نے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور پھر رجوع کر لو،وہ شخص پھر امام زفر کے پاس آیا اور یہی مسئلہ دریافت کیا۔امام زفر نے پوچھا کہ کیا تم نے کسی اور سے بھی یہ مسئلہ پوچھا ہے

---

[27] الجواہر المضیۃ 207

اس نے کہاہاں امام ابو حنیفہ سے ،امام زفر نے پوچھاپھر انہوں نے کیابتایاکہ اس شخص نے امام ابو حنیفہ کی بات دوہرادی،امام زفرنے کہاکہ انہوں نے صحیح بات بتائی،پھر اس شخص سے پوچھاکہ کسی اور سے بھی پوچھاہے اس نے حضرت سفیان ثوری کانام لیا۔امام زفرنے پوچھاانہوں نے کیاکہاہے اس نے ان کاجواب بتایاامام زفرنے کہابہت اچھی بات کہی انہوں نے،پھرپوچھاکسی اور سے بھی مسئلہ دریافت کیاہےاس نے کہاہاں شریک بن عبداللہ سے،امام زفرنے پوچھاانہوں نے کیاکہااس نے ان کا قول دوہرایا،شریک بن عبداللہ کاجواب سن کر امام زفر ہنس پڑے اور فرمایامیں تمہیں اس کی ایک مثال بتاتاہوں ایک شخص کہیں سے گزررہاتھاکہ نالہ کاکچھ پانی اس کے کپڑے میں لگ گیا(اور یہ معلوم نہیں کہ پانی پاک ہے یاناپاک)تواس صورت میں امام ابو حنیفہ توکہتے ہیں کہ تمہاراکپڑاپاک ہے اور تمہاری نماز درست ہے جب تک کہ تمہیں یقین نہ ہوجائے کہ پانی ناپاک ہے،حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں کہ کپڑے کودھولو ،اگرپانی ناپاک تھاتواب کپڑاپاک ہوگیااوراگرپہلے سے پاک تھاتومزید پاک اور صاف ہوگیااور شریک بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس کپڑے پر پیشاب کردو (تاکہ نجاست کا یقین ہوجائے)اورپھر اس کو دھودو۔[28]

اس واقعہ کونقل کرنے کے بعدابن خلکان نےوفیات الاعیان لانباء ابناء الزمان میں جو تبصرہ کیاہے مناسب ہوگاکہ اسے بھی نقل کردیاجائے۔ابن خلکان نے یہ واقعہ معافی بن زکریاکی کتاب الجلیس والانیس سے نقل کیاہے۔

قال المعافی :وقد احسن زفر فی فصله بین هولاء الائمة الثلاثة فیماافتوابه فی هذه المسالة وفیماضربه لسائله میں من الامثلة فاماقول ابی حنیفه فهو محض النظر وامرالحق ولایجوز ان یحکم علی امرئی فی زوجته بطلاقها بعد صحة زوجیتها بظن عرض له وهوابعد عندذوی الافهام من اضغاث الاحلام،واماقول سفیان الثوری فانه اشار بالاستظهار والتوثقة والاخذ بالحزم والحیطة وهذه طریقة اہل الورع وذوی الاستقصاء والمشفقین علی نفوسهم من اهل الدین ،وفتیاابی حنیفة فی هذا عین الحق وجل الفقه،وای هاتین المحجتین سلک من نزلت به هذه النازلة وعرضت له الحادثة فهومصیب محسن علی مابیناه فیمهامن الفصل بین المنزلتین،واماماافتی به شریک فتعجب زفرمنه واقع فی موضعه ولاوجه فی الصحة لمااشاربه وقد اصاب زفر ایضافی الوجه الذی ضربه له واری شریکاتوهم ان الرجعة لاتحقق الامع تحقق الطلاق فامر باستئناف تطلیقة لتصح الرجعة بعدها وهذا مختل فاسد[29]

امام زفر کازہدوورع

---

[28] لمحات النظر 17

[29] وفیات الاعیان 31/2

کچھ اقوال ماسبق میں گزر چکے ہیں جس میں ان کے مترجمین اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کان جامعا بین العلم والعبادۃ کہ وہ علم اور علم کا ثمرہ یعنی عمل دونوں کے جامع تھے۔انھوں نے علم اور عمل میں سے کسی کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔امام زفر کے حالات میں جیسا کہ ابن عبدالبر وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکاہے اور دیگر مترجمین نے لکھا کہ وہ بصرہ کے قاضی تھے۔ شیخ زاہد الکوثری نے لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر میں اس کی تردید کی ہے اور کہاہے کہ یہ مترجمین کا وہم ہے۔ قضاء کی ذمہ داری سے وہ ہمیشہ بچتے رہے۔اور جب ایک مرتبہ خلیفہ نے ان سے قضاء کی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے کہا بھی تو وہ روپوش ہوگئے۔دوسری مرتبہ جب خلیفہ نے اصرار کیا تو پھر یہی طرز عمل دوہرایا۔

حافظ ذہبی کا قول میزان الاعتدال سے گزرچکاہے کہ وہ اپنے دور کے عابد وزاہد لوگوں میں سے تھے اور ماسبق میں ہی حسن بن زیاد کا قول گزرچکاہے کہ مشہور عابد وزاہد داؤدالطائی کے ساتھ ان کے برادرانہ مراسم تھے۔

وہ دنیا سے اوراس کے مال ومتاع سے کتنے دور تھے اس کا بخوبی اندازہ ذیل کے حوالہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

عن بشر بن القاسم سمعت زفر يقول:لااخلف بعد موتی شيئا اخاف عليه الحساب فلمامات قوم مافی بيته فلم يبلغ ثلاثة دراهم والمااحتضر قاله له ابويوسف وغيره اوصِ،فقال هذاالمتاع لزوجتی وهذه الثلاثة الآلاف لدراہم لولد اخی،وكان تزوج امراة اخيه بعد وفاته وامااناففليس لی علی احد شیء ولالاحد علی شیء وكان زفر شديد العبادة والاجتہاد

بشر بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام زفر کو کہتے سنا کہ میں کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑوں گا(مال ومتاع وغیرہ)جس کا موت کے بعد حساب کا مجھ کو خوف ہو، چنانچہ ان کے انتقال کے بعد جب ان کے گھر کے اثاثہ کی مالیت لگائی گئی تو وہ محض تین درہم کی تھی اور جب مرض انتقال میں ان سے امام ابویوسف اور دیگر نے عرض کیا کہ کچھ وصیت کردیں(اہل وعیال کیلئے)توفرمایا،یہ جو کچھ ساز وسامان ہے یہ میری بیوی کاہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھائی کے بیٹے کیلئے ہے۔امام زفر نے چونکہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کی تھی(اس لئے اپنے اس بھتیجہ کی کفالت بھی ان کی ذمہ داری تھی)اور جہاں تک میرا تعلق ہے تونہ کسی کا حق میرے ذمہ ہے اور نہ میرا کسی دوسرے کے ذمہ۔اور امام زفر عبادت میں بھی دوسروں سے بہت آگے تھے۔

ابراہیم بن سلیمان کہتے ہیں

:كنااذاجالسنازفر لم نقدر ان نذكرالدنيابين يديه فاذاذكرها واحد منا قام من المجلس وتركه وكنانتحدث فيمابينناان الخوف قتله[30]

[30] لمحات النظر 27

ابراہیم بن سلیمان کہتے ہیں کہ جب ہم امام زفر کے ساتھ بیٹھتے تھے تو ہم دنیا کاذکر ان کے سامنے نہیں کرتے تھے اور جہاں کسی نے دنیا کی بات شروع کی وہ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔اور ہم آپس میں کہتے ہیں کہ ان کو خوف(خدا) نے قتل کرڈالا ہے۔

رجوع الی الحق:

خوف خدارکھنے والوں کاایک وصف ہمیشہ سے یہ رہاہے کہ وہ حق کی جانب رجوع کرتے رہے ہیں۔اور حق اور صحیح بات جہاں بھی سامنے آگئی خود کواس کے سپرد کردیااوراس کواپنی عزت اورانا کامسئلہ نہیں بناتے۔

عقیلی نے اپنی تالیف کتاب الضعفاء میں امام زفر کے حالات میں ایک واقعہ نقل کیاہے۔اس سے پہلے مناسب ہے کہ حافظ عقیلی کے حالات میں کچھ ذکر کردوں۔وہ اہل الرائی حضرات سے انتہائی متنفر ہیں چنانچہ اہل الرائی حضرات کے ضمن میں جو توثیق منقول ہوتی ہے اس کو بھی عموماذکر نہیں کرتے۔امام زفر کے ہی حالات میں دیکھ لیں۔ایسی باتیں توضرورذکر کردی ہیں جس سے ان کی تنقیص ہو لیکن امام زفر کی جو توثیق ابونعیم فضل بن دکین اوریحیی بن معین وغیرہ سے منقول ہے اس کو قطعاذکر نہیں کیاجو کہ ان کی کتاب کاایک عیب ہے۔

اسی کے ساتھ وہ جرح میں بہت متشدد ہیں چنانچہ حافظ ذہبی جوایک حد حنابلہ کے طرفدار سمجھے جاتے ہیں ان کو بھی ایک مقام پر کہناہی پڑا۔ہے "عقیلی کیاتمہیں عقل نہیں ہے کہ تم کس کے بارے میں بول رہے ہو،ہم نے تمہارے طریقہ کار کی پیروی صرف اسلئے کی ہے تاکہ ان پر لگائے گئے الزامات کو دفع کرسکیں اوراس کھوٹ کوواضح کریں جوان کے بارے میں کہاگیاہے۔گویاتم نہیں جانتے کہ ان میں سے ہرایک (علی بن مدینی،اس کے شاگرد محمد بن اسمعیل بخاری، اوان کے شیخ عبدالرزاق، عثمان بن شیبہ ،ابراہیم بن سعد، عفان،ابان بن عطار،اسرائیل،ازہر سمان، بھزبن اسدثابت بنانی جریر بن عبدالحمید) تم سے کئی گنازیادہ ثقہ ہے۔بلکہ ان ثقات سے بھی کہیں زیادہ ثقہ ہے جن کاذکر تم نے اپنی کتاب میں نہیں کیاہے۔[31]

عقیلی نے کتاب الضعفاء میں امام زفر کے حالات میں ایک واقعہ نقل کیاہے جس کے الفاظ ہیں۔

عن عبدالواحد بن زیاد ،قال قلت لزفر بن الهذیل،عطلتم حدود الله کلها فقال: ماحجتکم ؟فقلتم :ادرؤا الحدود بالشبهات حتی اذاصرتم الی اعظم الحدود قول النبی صلی الله علیه وسلم "لایقتل مومن بکافر"قلتم:یقتل مومن بکافر،فقبلتم مانهیتم عنه وترکتم ماامرتم به --هذا

[31] میزان الاعتدال 140/3

اونحوه من الكلام[32]

عبدالواحد بن زیادہ کہتے ہیں کہ میں نے زفر بن الہذیل سے کہا تم نے اللہ کی تمام حدود معطل و بیکار کر دی ہیں۔انہوں نے فرمایا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے۔(عبدالواحد بن زیادہ نے کہا) تم لوگ کہتے ہو حدود کو شبہات کے ذریعہ دفع کیا جائے اور جب تم سب سے بڑی حد (قتل) کی جانب آئے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واضح قول ہے کہ کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے۔تو تم لوگوں نے اس کو قبول کر لیا جسے روکا گیا تھا اور جس کا حکم دیا گیا تھا اس کو چھوڑ دیا گیا یہ اور اسی طرح کی بات عبدالواحد بن زیادہ سے منقول ہے۔

فقہ حنفی اور امام زفر:

امام ابوحنیفہ کے دامن فقہ سے وابستہ ہونے کی وجہ:

تقریباً تمام مترجمین اور مورخین نے امام زفر کے حالات میں ذکر کیا ہے کان صاحب الحدیث ثم غلب علیہ الرای (رای کو فقہ کے معانی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اسی لئے ابن قتیبہ نے "المعارف "فقہاء کا تعارف اصحاب الرائی کے نام سے کرایا ہے جس میں امام مالک اور دوسرے فقہاء مثلاً امام اوزاعی وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے۔پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں لایکون الرجل فقہیاحتی یکون بصیرافی الرائی اور اس کے علاوہ بے شمار دوسرے اقوال ایسے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ رائی کا فقہ کے معنی میں بھی استعمال عام رہا ہے اور اہل الرائی اور اصحاب الرائی سے کتب سیر و تاریخ میں مراد فقہاء ہیں نہ کہ وہ لوگ جو اپنی رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کی قلت معرفت و تدبر کا نتیجہ ہے۔

امام زفر کے محدثین کی جماعت سے الگ ہو کر فقہاء کی جماعت اور بطور خاص امام ابوحنیفہ کے دامن فقہ سے وابستہ ہونے کی کیا وجہ ہوئی اس کی تفصیلات ہمیں امام طحاوی علیہ الرحمۃ سے معلوم ہوتی ہیں۔امام طحاوی قریب العہد ہیں اور بطور خاص فقہاء احناف پر اتھارٹی اور سند ہیں لہذا اس بارے میں ان کی بات سب سے زیادہ معتبر اور قابل وثوق ہو گی۔امام طحاوی کہتے ہیں۔

كان سبب انتقال زفر الى ابى حنيفة انه كان من اصحاب الحديث،فنزلت به وباصحابه مسالة فاعيتهم فاتى ابى حنيفة فساله عنها،فاجابه فى ذاك فقال له من اين قلت هذا،قال لحديث كذا وللقياس من جهة كذا،ثم قال له ابوحنيفه :فلوكانت المسالة كذا ،ماكان الجواب فيها،قال فكنت فيهااعيامنى فى الاول،فقال الجواب فيهاكذا من جهة كذا ،ثم زادنى مسالة اخرى واجابنى فيهاوبين وجهها قال :فرحت الى اصحابى فسالتهم عن المسائل ،فكانو فيهااعىٔ منى فذكرت لهم

[32] محمد بن عمرو بن موسی بن حماد العقیلی أبو جعفر، کتاب الضعفاء، سنۃ النشر: 1429، ص457

الجواب،وبينت لهم العلل ،فقالوا من اين لک هذا؟فقلت من عندابی حنیفة فصرت راس الحلقة بالثلاث المسائل[33]

امام ابو حنیفہ سے تلمذ:

امام ابو حنیفہ کے دامن تلمذ سے وابستہ ہونے کے بعد انہوں نے پوری جانفشانی کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے بحر علم سے اخذ فیض کیا۔امام زفر امام ابو حنیفہ سے کتنے عرصہ تک علم حاصل کیا۔اس بارے میں کچھ روایتیں ملتی ہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ امام زفر نے تقریباً بیس سال امام ابو حنیفہ سے کے دامن تربیت سے وابستہ رہے۔اور اخذ فیض کرتے رہے۔

امام ابو حنیفہ سے تاثر:

امام ابو حنیفہ کے تعلق سے اس دور میں بھی غلط فہمیاں عام تھی اور طرح طرح کی باتیں ہوتی تھیں جن کے بقایاجات آج بھی ہم جرح وتعدیل کی کتابوں میں پڑھتے ہیں اور پڑھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں۔لیکن امام زفران خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی کے بارے میں سنی سنائی بات پر کوئی رائے قائم کرنے کے بجائے دیکھ کر اور پرکھ کر رائے قائم کرنا بہتر سمجھا۔امام ابو حنیفہ سے وابستہ ہونے کے بعد دن بدن امام زفر کا تاثر بڑھتا گیا اور یہ تاثر مرورایام کے ساتھ عقیدت مندی اور ارادت مندی تک پہنچ گیا۔یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بسااوقات امام ابو حنیفہ کی جانب سے دفاع کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"لا تلتفتوا إلى كلام المخالفين، فإنه ما قال إلا من الكتاب أو السنة، أو أقاويل الصحابة، ثم قاس عليها"

اوراس ضمن میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ جب شادی کے موقعہ پر انہوں نے اپنی جانب سے خطبہ پیش کرنے کیلئے امام ابو حنیفہ کو چناتواس موقع پر ان کے خاندان کے بعض لوگوں نے اعتراض کیااور کہاکہ اس موقع پر جب کہ خاندان کے سربراہ اور شرفاء لوگ موجود ہیں تم خطبہ کیلئے امام ابو حنیفہ کا انتخاب کررہے ہو۔اس موقع پر امام زفر کا جواب عقیدت مندی اور ارادت مندی کی ایک نایاب مثال ہے۔انہوں نے معترضین سے کہاکہ اگراس موقع پر میرے والد بھی باحیات ہوتے تو بھی امام ابو حنیفہ کو ہی خطبہ دینے کیلئے کہتا۔[34]

امام ابو حنیفہ کا اپنے شاگرد کے علم وفضل کا اعتراف:

امام زفر تفقہ اور اجتہاد کی صلاحیتوں سے مالامال اور بہرہ ور تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کے حین حیات میں فقہ وتفقہ میں وہ مقام پیدا کرلیاکہ امام ابو حنیفہ نے بھی ان کو ائمۃ المسلمین کے گراں قدر خطاب سے نوازا۔چنانچہ

---

33 حسين بن علي الصيمري أبو عبد الله، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، الناشر: عالم الكتب 1405، ص 113

34 اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص 109

اسی شادی میں امام ابو حنیفہ نے خطبہ میں کہا۔

هذا زفر بن الهذيل امام من ائمة المسلمين وعلم من اعلامهم شرفه وحسبه وعلمه [35]

یہ زفر بن ہذیل مسلمانوں کے امام اور اپنے شرف، خاندان اور علم کے لحاظ سے ایک قابل قدر شخصیت ہیں۔

بقول امام ابو حنیفہ:

امام اعظم امام ابو حنیفہ کے بقول امام زفر استادوں کے بھی استاد ہیں۔[36]

اور لحات النظر میں ہے کہ

" اصحا بنا ہؤلاء ستة وثلاثون رجلا منهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء ومنهم سنة يصلحون للفتوى ومنهم اثنان يصلحان يؤدبان القضاة وأصحاب الفتوى. و اشارالى ابى يوسف و زفر "

یعنی ایک بار امام اعظم نے فرمایا کہ میرے چھتیس اصحاب ایسے ہیں جن میں اٹھائیس قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور چھ مفتی بن سکتے ہیں اور دو آدمی یعنی ابو یوسف اور زفر قاضیوں اور مفتیوں کی تعلیم و تربیت کا کام کر سکتے ہیں۔

امام اعظم کی مجلس میں امام زفر کی نشست:

اخبار ابی حنیفہ میں ہے

اخبرنا عمر قَالَ حدثنا مكرم قَالَ حد ثنا عبد الوهاب بن مُحَمَّد قال حدثني احمد بن القَاسِم قَالَ حدثنا البرتي القَاضِي قَالَ سَمِعت ابا نعيم قال كان زفر يجلس بحذاء ابي حنيفة وكان أبو يوسف يجلس إلى جانب

ترجمہ: قاضی برتی کہتے کہ میں نے ابو نعیم سے سنا کہ زفر بن ہذیل امام اعظم کے مقابل یعنی سامنے بیٹھتے اور ابو یوسف ایک سائیڈ میں ہو کر بیٹھتے۔[37]

امام زفر کا فقہ حنفی سے لگاؤ:

حسین بن علی بن محمد بن جعفر، أبو عبد اللہ العشیر کی حنفی لکھتے ہیں

" وحدثنا عبد الله بن محمد البزاز قَالَ لنا مكرم قَالَ ثنا احمد قَالَ لنا الحسين بن حماد قال : كان أصحاب أبي حنيفة الذين كانوا يلزمون الحلقة عشرة وكان الحفاظ للفقه

---

35 جواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ للحافظ عبد القادر القرشی 207/2

36 علي بن سلطان محمد القاري، مناقب امام اعظم للكردري، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ - حیدر آباد، ج ۲ ص ۱۲۵

37 اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ج ا، صفحہ 111

كما يحفظ القرآن أربعة وهم زفر بن الهُذيل وَيَعْقُوب بن إِبْرَاهِيم وأسد بن عمرو وعلى بلى مشهر "

ترجمہ :اصحاب الی حنفیہ میں دس افراد ایسے تھے جو پابندی کے ساتھ فقہی مذاکرہ کے حلقہ میں شرکت کرتے تھے اور چار افراد ایسے تھے کہ وہ فقہ کو ایسے یاد کرتے جیسے قرآن کو یاد کیا جاتا ہے[38]،وہ چار یہ ہے:۔

(1)زفرین بذیل(3)اسد بن عمرو (2)یعقوب بن ابراہیم (4)علی بن مسہر

فقہ حنفی کی خدمت:

امام ابو حنیفہ سے امام زفر کو جو عقیدت اور ارادت مندی تھی اسی کا نتیجہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے علمی طور پر فقہ حنفی کی نشر واشاعت میں کلیدی رول ادا کیا اور وہ بھی ایسے مقام پر جہاں کے لوگ کوفہ اور اہل کوفہ کے شدید نکتہ چیں تھے یعنی بصرہ والے۔اہل کوفہ اور اہل بصرہ کی منافست تاریخ ور جال سے اشتغال رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہوگی اس بناء پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے باوجود اس کے کہ امام ابو حنیفہ کوفہ سے تعلق رکھتے تھے اہل بصرہ کو امام ابو حنیفہ کے تعلق سے رام کر لیا تو امام زفر کی ذہانت وذکاوت اور معاملہ فہم کے قائل ہو جاتے ہیں۔

حافظ ذہبی نے بھی میں کہا ہے۔"قلت (الذہبی)ھو من بحور العلم واذکیاء الوقت"

میں کہتا ہوں کہ وہ(امام زفر)علم کے سمندر اور وقت کے ذہین ترین لوگوں میں سے ایک تھے۔[39]

امام زفر نے بصرہ میں فقہ حنفی کی نشر واشاعت کی خدمت کس طرح انجام دی۔اس بارے میں مناقب الامام الاعظم للکردری میں جو کچھ مواد موجود ہے اس کا اختصار پیش کرتا ہوں۔

امام زفر جب بصرہ گئے (ابو نعیم فضل بن دکین کے مطابق اپنی بہن کے میراث کے سلسلہ میں گئے تھے)تو اہل بصرہ ان سے اتنا مانوس ہوئے کہ انہوں نے بضد ہو کر ان کو اپنے ہی پاس روک لیا۔امام زفر عموما عثمان البتی کے مجالس علم میں شریک ہوتے اور وہاں پر مختلف مسائل کے بارے میں باتیں ہوتیں۔امام زفر مسئلہ کے حق میں دلائل دیتے اور جب لوگ اس کو قبول کر لیتے تو ان سے پوچھتے کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس قول کا قائل کون ہے پھر بتاتے کہ اس قول کے اصل قائل ابو حنیفہ ہیں۔اس طرح انہوں نے دھیرے دھیرے اہل بصرہ کے قلوب کو امام ابو حنیفہ کی جانب مائل کیا۔اور اہل بصرہ جو کبھی کوفیوں اور کوفہ کے ہونے کی وجہ سے امام ابو حنیفہ کا نام سننے کے روادار نہیں تھے آہستہ آہستہ ان کے قلوب امام

---

[38] اخبار ابی حنیفۃ واصحابۃ، جلد1صفحۃ74

[39] سیر اعلام النبلاء41/8

ابو حنیفہ کی جانب مائل ہو گئے اور انہوں نے بھی امام ابو حنیفہ کے فقہی اقوال کو اختیار کر لیا۔[40]

یہ واقعہ حافظ ابن عبد البر نے بھی الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ میں امام زفر کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ان کے الفاظ ہیں۔

فلماقدم البصره قاضياً اجتمع اليه اهل العلم،وجعلوايناظرونه فى الفقه يومابعد يوم ،فكان اذارای منهم قبولاواستحسانالمايجى به،قال لهم،هذا قول ابى حنيفه ،فكانوا يقولون،:ويحسن ابوحنيفة هذا ؟فيقول لهم:نعم واكثر من هذا،فلم يزل بهم اذارای منهم قبولالمايحتج به عليهم ورضابه وتسليماله،قال لهم:هذاقول ابى حنيفه ،فيتعجبون من ذلک،فلم تزل حاله معهم على هذا حتى رجع كثيرمنهم عن بغضه الى محبته والى القول الحسن فيه،بعد ماكانواعليه من القول السيى فيه۔[41]

شیخ ابو زہرہ نے بھی اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب الامام ابو حنیفہ وآراؤہ الفقہیہ میں کیا ہے جس کا اردو ترجمہ غلام احمد حریری نے "حیات حضرت امام ابو حنیفہ "(385) میں کیا ہے۔

امام زفر بصرہ کے قاضی بنائے گئے تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا آپ سے یہ بات چھپی نہیں کہ بصرہ والوں کی اور ہماری آپس میں عداوت پائی جاتی ہے۔لہذا آپ کا سلامت بچ نکلنا دشوار ہے۔جب بصرہ میں قاضی مقرر ہو کر آئے تو اہل بصرہ والے جمع ہو کر روزانہ آپ سے فقہی مسائل میں بحث اور مناظرہ کیا کرتے تھے۔جب آپ ان میں میں مقبول ہو گئے اور حسن ظن کا رجحان دیکھا تو کہنے لگے۔یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔اہل بصرہ حیران ہو کر پوچھتے ؟ کیا ابو حنیفہ ایسا بھی کہہ سکتے ہیں۔امام زفر نے جواباً کہا جی ہاں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی زیادہ۔اس کے بعد تو معمول سا ہو گیا ہے کہ جب بھی زفر اہل بصرہ کا رجحان تسلیم وانقیاد دیکھتے تو کہہ دیتے کہ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔اس سے اہل بصرہ اور زیادہ حیران ہوتے چنانچہ امام زفر کا اہل بصرہ سے یہی رویہ رہا یہاں تک کہ بغض وعداوت چھوڑ کر وہ امام صاحب کے گہرے دوست بن گئے پہلے برا بھلا کہتے تھے اور اب ان کی تعریف میں رطب للسان رہنے لگے۔

[40] امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردی الحنفی صاحب الفتاویٰ البزازیہ، مناقب الامام الاعظم للکردی، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[41] یوسف بن عبداللہ ابن عبد البر، الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، ناشر غیر محفوظ، ص335

باب اول

امام زفر کی حیات وخدمات اور فقہی تفردات

مبحث دوم: متفرق مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات اور فقہی افادیت

حوالہ کی بحث

محیل کب قرضہ سے بری ہو سکتا ہے:۔

مسئلہ یہ ہے کہ محتال لہ اور محتال علیہ کے قبول کر تے ہی جب حوالہ پورا ہو گیا تو کیا محیل قرضے سے بری ہو جائے گا؟

احناف کا مسلک:۔

محتال لہ اور محتال علیہ کے قبول کر تے ہی جب حوالہ پورا ہو گیا تو محیل قرضے سے بری ہو جائے گا۔

امام زفر کا تفرد:۔

محتال لہ اور محتال علیہ کے قبول کر تے ہی جب حوالہ پورا ہو گیا تو محیل قرضے سے بری نہیں ہو گا۔نہ ہی محیل قرضہ سے بری ہو گا نہ ہی مطالبہ سے۔امام زفر نے حوالہ کو کفالہ پر قیاس کیا ہے اور وجہ قیاس یہ ہے کہ کفالہ اور حوالہ دونوں میں سے ہر ایک عقد توثق ہے یعنی مضبوطی کے واسطے کفالہ کی طرح حوالہ بھی کیا جا تا ہے۔پس جس طرح کفالہ میں اصیل یعنی مکفول عنہ بری نہیں ہوتا اسی طرح حوالہ میں بھی اصیل یعنی محیل بری نہ ہو گا۔[42]

وراثت کی بحث

نصرانی کی موت کے بعد بیوی کا مسلمان ہونا اور وراثت کا دعوی کرنا:۔

احناف کا مسلک:۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک نصرانی مر گیا پھر اس کی بیوی مسلمان ہو کر آئی اور دعوی کیا کہ میں اس کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہوں۔اس کی موت کے وقت میں بھی نصرانی تھی۔لہذا اتحاد دین کی

[42] علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاساني الحنفي، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، الناشر، دار الکتب العلمیة، ج٦، ص١٧

وجہ سے مجھ کو میراث ملنی چاہئے اور نصرانی کے دیگر ورثاء نے کہا کہ یہ تو اس کی موت سے پہلے اس کی زندگی میں مسلمان ہو چکی تھی۔لہذا اختلاف دین کی وجہ سے احناف کے نزدیک یہ وراثت کی مستحق نہ ہو گی اور ورثاء کا قول معتبر ہو گا ۔

امام زفر کا تفرد:۔

حضرت امام زفر نے فرمایا مذکورہ صورت میں عورت وراثت کی بھی مالک ہو گی اور عورت کا قول ہی معتبر ہو گا۔امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان ہونا اس عورت کے حق میں ایک امر حادث اور نئی چیز ہے اور قاعدہ ہے کہ جو چیز حادث (نئی) ہو اس کو اس کے سب سے قریبی وقت کی جانب منسوب کیا جا تا ہے اور اس عورت کے مسلمان ہونے کا قریبی وقت نصرانی کی موت کے بعد کا ہے نہ کہ اس کی موت سے پہلے کا۔پس اس کا مسلمان ہونا نصرانی کی موت کے بعد منسوب کیا جائے گا۔یعنی یہ کہا جائے گا کہ یہ عورت اپنے نصرانی شوہر کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے اور جب اس کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے تو موت کے وقت چونکہ یہ بھی نصرانی تھی اس لئے اتحاددین کی وجہ سے یہ عورت اپنے نصرانی شوہر کی میراث کی حقدار ہو گی۔[43]

وصیتوں کا بیان

اگر کوئی وصیت قبول نہ کرے تو وہ وصیت شدہ چیز کا مالک بن سکتا ہے؟

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک اگر کوئی وصیت قبول نہ کرے تو وہ وصیت شدہ چیز کا مالک بن جاتا ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث میں بغیر قبول وارث کے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح بغیر قبول کے وصیت کے اندر بھی ملکیت ثابت ہو گی اس لئے کہ میراث اور وصیت دونوں کے

---

[43] علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدى، الناشر: دار احياء التراث العربي، ج۳، ص ۱۱۱

اندر میت کی طرف سے خلافت ہے کیونکہ دونوں میں مورث کی طرف سے ملکیت منتقل ہو کر وارث یا موصی لہ کی طرف آتی ہے۔[44]

احناف کا مسلک:۔

احناف کے نزدیک اگر کوئی وصیت قبول نہ کرے تو وہ وصیت شدہ چیز کا مالک نہیں بن سکتا ہے۔ جب تک وہ وصیت شدہ چیز کو قبول نہ کرے۔

غیر کے مال کی وصیت کرنا

اگر موصی نے اس طرح وصیت کی کہ میرے بیٹے کا حصہ فلاں کے لئے وصیت ہے تو کیا ایسی وصیت کرنا جائز ہے۔

احناف کا مسلک:۔

اگر موصی نے اس طرح وصیت کی کہ میرے بیٹے کا حصہ فلاں کے لئے وصیت ہے تو یہ وصیت جائز نہ ہوگی کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹے کی ملکیت ہو گا تو موصی کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ دوسرے کے مال کی وصیت کرے۔اور اگر موصی نے اس طرح وصیت کی کہ میرے بیٹے کا جتنا حصہ ہے اتنے کی میں نے فلاں کیلئے وصیت کی تو یہ وصیت جائز ہے کیونکہ یہاں موصی نے دوسروں کے مال کی وصیت نہیں کی بلکہ وصیت شدہ مال کو غیر سے نا پا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ہے کیونکہ قاعدہ مشہور ہے کہ شے کا مثل اس شے کا غیر ہوا کرتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ موصی نے دوسروں کے حق کی وصیت نہیں کی بلکہ اپنے بیٹے کے حق سے وصیت شدہ مال کو ناپا ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

اگر موصی نے اس طرح وصیت کی کہ میرے بیٹے کا حصہ فلاں کے لئے وصیت ہے تو اس طرح وصیت کرنا جائز ہے۔

---

[44] محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي البابرتي، العناية شرح الهداية، الناشر دار الفكر، ج ۱۰، ص ۴۶۱

امام زفر فرماتے ہیں کہ جس طرح دوسری صورت میں وصیت جائز ہے اسی طرح پہلی صورت میں بھی جائز ہے اور امام زفر و کی نظر اس بات پر ہے کہ فی الحال یہ مال بیٹے کا مال نہیں ہوا بلکہ یہ تو ابھی تمام کا تمام موصی کا مال ہے لہذا غیر کے مال کی وصیت نہ ہوئی[45]

دراہم کی وصیت کرنے کے بعد کچھ مال ہلاک ہو جائے:۔

اگر کوئی شخص یوں وصیت کرتا ہے کہ میرے پاس جو دراہم ہیں ان کا ایک ثلث فلاں کے لیئے ہے۔ پھر اس کا دو ثلث مال ہلاک ہو جاتا ہے۔اس صورت میں اسے کتنا مال وصیت کے طور پر دینا ہو گا۔

احناف کا مسلک:۔

احناف کا مذہب یہ ہے اگر کوئی شخص یوں وصیت کرتا ہے کہ میرے پاس جو دراہم ہیں ان کا ایک ثلث فلاں کے لیئے ہے۔ پھر اس کا دو ثلث مال ہلاک ہو جاتا ہے۔اس صورت میں سے کہ دراہم میں سے جو ثلث باقی ہے وہ پورا ثلث موصی لہ کو دیا جائے گا۔

امام زفر کا تفرد:۔

اور امام زفر فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں جو ثلث باقی ہے اس کا ثلث موصی لہ کو ملے گا۔مثلا کل ۹۰۰ دراہم تھے۔ان میں ثلث یعنی ۳۰۰ باقی رہے اور ۶۰۰ ہلاک ہو گئے تو امام زفر کے نزدیک مابقی ۳۰۰ کا ثلث یعنی ۱۰۰ موصی لہ کو دیا جائے گا۔ اور احناف کے نزدیک ۳۰۰ مابقی موصی لہ کو دیئے جائیں گے۔[46]

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ سارا مال یعنی دراہم موصی لہ اور ورثہ کے درمیان مشترک ہیں تو جو مقدار ہلاک ہوگئی وہ بھی مشترک ہے اور جو باقی ہے وہ بھی مشترک ہے اور اصول یہ ہے کہ جو مال مشترک ہوتا ہے اس کی ہلاکت بھی شرکت پر ہوتی ہے اور جو باقی بچتا ہے اس کی بقا بھی شرکت پر باقی رہتی ہے۔لہذا صورت مذکورہ میں جب یہ لام مشترک ہوا تو ہالک اور باقی دونوں مشترک ہو گا۔

---

[45] زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، الناشر: دار الكتاب الإسلامي، ج۸، ص۵۳۰

[46] أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى، البناية شرح الهداية، الناشر دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، ج۱۳، ص۴۵۹

نوٹ:۔ اگر ترکہ اجناس مختلفہ ہوں اور وہاں موصی یہ طریقہ اختیار کرتا تو وہاں سب کے نزدیک یہی حکم ہے کہ مابقی کا ثلث موصی لہ کو دیا جائے گا۔

میراث تقسیم کرنے کے بعد کسی کے لیئے وصیت کا اقرار کرنا:۔

زید کے دولڑ کے ہیں خالد اور ساجد زید کا انتقال ہو گیا اور ان دونوں نے باپ کا ترکہ تقسیم کر دیا جو مثلا ہزار درہم تھا پھر خالد اقرار کرتا ہے کہ باپ نے فلاں شخص کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیت کی تھی تو اب کیا حکم ہے؟

احناف کا مسلک:۔

مذکورہ صورت میں احناف کے نزدیک جو بیٹا اقرار کرے گا۔وہ ثلث مال دینے کا پابند ہو گا۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک اگر ایک بیٹا اقرار کرتا ہے کہ فلاں شخص کے لیئے باپ نے وصیت کا حکم دیا تھا۔تو مقر کو اس صورت میں نصف مال موصی لہ کو دینا ہو گا۔وجہ اسکی یہ ہے کہ جب مقر نے اس کے لئے ثلث مال کا اقرار کیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کل ترکہ کے تین حصے ہوں گے اور دونوں بیٹوں اور موصی لہ کو برابر برابر مل جائے گا تو ثلث کا اقرار اس بات کا متضمن ہے کہ مقر نے یہ اقرار کیا ہے کہ مقر لہ حصہ میں میرے مساوی ہے۔اور مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے قبضہ میں جو کچھ ہے اس کا آدھا دے تا کہ آدھا مقر کے لیئے ہو جائے اور آدھا مقر لہ کے لیئے۔[47]

ہبہ کی بحث

کیا ایجاب اور قبول دونوں ہبہ کے رکن ہیں؟

احناف کا مسلک:۔

[47] زین الدین بن ابراھیم بن محمد،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ج۸،ص۴۸۵

احناف کے نزدیک ہبہ کارکن صرف واہب کا ایجاب ہے موہوب لہ کا قبول کرنارکن نہیں ہے۔بدائع میں ہے کہ واہب کی طرف سے ایجاب کا ہونا تو رکن ہے۔لیکن موہوب لہ کا قبول کرنا رکن نہیں ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک واہب کا ایجاب اور موہوب لہ کا قبول دونوں ہبہ کے رکن ہیں۔اور امام زفر اس کو مسئلہ یمین سے اخذ کرتے ہیں۔کہ اگر کسی نے ہبہ نہ کرنے کی قسم کھائی اور پھر ہبہ کیا۔لیکن موہوب لہ نے قبول نہیں کیا تو وہ حانث ہو جاتا ہے اور اگر فروحت نہ کرنے کی قسم کھائے اور پھر فروخت کرے اور مشتری قبول نہ کرے تو حانث نہیں ہوتا[48]

زکوۃ کی بحث

صاحب نصاب ہو کر مال کا تلف ہونا:

اگر ایک شخص دوسودرہم کا مالک ہوا اوراس پر سال گزر گیا۔پھرادائے زکوۃ سے پہلے اس نے پورا نصاب مع زکوۃ ہلاک کر دیا۔پھر اس کو دوسو درہم حاصل ہوئے اور اس پر سال گزر گیا تو کیااس پر اس حاصل شدہ دوسو درہم مال کی زکوۃ واجب ہو گی؟

احناف کا مسلک:۔

اگر کوئی شخص جو دوسودرہم کا مالک ہوا اوراس پر سال گزر گیا۔پھرادائے زکوۃ سے پہلے اس نے پورا نصاب مع زکوۃ ہلاک کر دیا۔پھر اس کو دوسو درہم حاصل ہوئے اور اس پر سال گزر گیا تواس پر اس حاصل شدہ دوسودرہم مال کی زکوۃ واجب نہ ہو گی

کیونکہ نصاب اول کے زکوۃ کا وجوب اس کے ذمہ میں دین ہے اور دین زکوۃ بھی زکوۃ واجب ہونے سے روکتا ہے ۔

امام زفر کا تفرد:۔

---

[48] البنایۃ شرح الھدایۃ،ج۱۰،ص۱۶۰

امام زفر دونوں صورتوں میں مخالف ہیں یعنی اس نصاب میں بھی جس میں زکوۃ واجب ہوئی مگر ادا نہیں کی حتی کہ دوسرا سال گزر گیا اور اس نصاب میں بھی جس میں زکوۃ واجب ہوئی مگر پورے نصاب کو ہلاک کر دیا پھر نصاب کا مالک ہوا اور اس پر سال گزرا۔حاصل یہ کہ امام زفر کے نزدیک دونوں صورتوں میں دین زکوۃ وجوب زکوۃ کونہیں روکتا۔امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ زکوۃ کا دین ایسا قرضہ ہے جس کا مطالبہ کرنے والا بندوں کی طرف سے کوئی نہیں ہے۔پس یہ بھی دین نذر اور دین کفارہ کے مانند ہو گیا اور جس دین کا مطالبہ بندوں کی جانب سے نہ ہو وہ دین مانع وجوب زکوۃ نہیں ہوتا لہذا دین زکوۃ اور دین استہلاک دونوں مانع وجوب زکوۃ نہ ہوں گے۔[49]

مال ضمار کی تعریف اور مال ضمار کی صورت میں زکوۃ کا وجوب:۔

الضِّمارُ: الغائِبُ الذي لا يُرْجَى رُجُوعُهُ. وأَصْلُ الكَلِمَةِ مِن الإِضْمارِ، وهو: الغَيْبَةُ والتَّسَتُّرُ، ومنه مالٌ ضِمارٌ، أيْ: غائِبٌ لا يُرْجَى رُجُوعُهُ[50] .

غائب چیز جس کی واپسی کی امید نہ ہو۔یہ دراصل اِلاِضْمارِ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: غائب ہونا اور چھپنا۔اسی سے مالِ ضمار ہے یعنی گم شدہ مال جس کے واپس ہونے کی امید نہ ہو.

احناف کے نزدیک مال ضمار میں زکوۃ کا حکم:۔

مال ضمار جو چند سال تک مالک کے پاس سے غائب رہااور اس عرصہ میں اس کے ملنے کی امید بھی نہ تھی پھر چند سال کے بعد یہ مال مل گیاتو ان چند گزشتہ سالوں پر زکوۃ واجب نہیں ہو گی کسی بھی سال کی زکوۃ واجب نہیں ہو گی۔

امام زفر کا تفرد:۔

مال ضمار جو چند سال تک مالک کے پاس سے غائب رہااور اس عرصہ میں اس کے ملنے کی امید بھی نہ تھی پھر چند سال کے بعد یہ مال مل گیاتو ان چند گزشتہ سالوں پر زکوۃ واجب ہو گی۔ تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہو گی۔[51]

---

[49] البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ج۲،ص۲۲۰

[50] البنایۃ شرح الھدایۃ،ج۳،ص۳۰۵

[51] البنایۃ شرح الھدایۃ،ج۳،ص۳۰۵

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ مال ضمار میں زکوۃ واجب ہونے کا سبب یعنی نصاب نامی کا مالک ہونا موجود ہے اور جب وجوب زکوۃ کا سبب موجود ہے تو مال ضمار میں زکوۃ بھی واجب ہوگی۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مال ضمار پر مالک کا قبضہ فوت ہے۔سواس کا جواب یہ ہے کہ قبضہ کا فوت ہونا وجوب زکوۃ کے لیے محل نہیں ہے۔جیسے مسافر کا مال کہ حالت سفر میں اس کے قبضہ میں نہیں حالانکہ بالا تفاق اس پر صدقہ الفطر بھی واجب ہے اورزکوۃ بھی واجب ہے۔

بغیرنیت کےمال صدقہ کرنا:۔

اگرکوئ شخص بغیرنیت کے اپناپورامال صدقہ کردے توکیااس شخص سے زکوۃ کی فرضیت ساقط ہوجائے گی۔

احناف کامسلک:۔

احناف کے ہاں اگرکوئ شخص بغیرنیت کے اپناپورامال صدقہ کردے تواس شخص سے زکوۃ کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

امام زفرکا تفرد:۔

امام زفرکے نزدیک اگرکوئ شخص بغیرنیت کے اپناپورامال صدقہ کردے تواس شخص سے زکوۃ کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔

ان کاموقف یہ ہے کہ فرض زکوۃاداکرنے کے لیئےنیت شرط ہے۔اوراس معاملہ میں نیت نہیں پائ گی گویازکوۃادا نہیں ہوئ[52]

اگردوران سال نصاب میں کمی واقع ہوجائے:۔

احناف کامسلک:۔

احناف کے ہاں زکوۃواجب ہونے کے لیے سال کے اول و آخر میں کامل نصاب کا ہونا شرط ہے۔ درمیان سال میں نصاب کا کم ہو جانازکوۃ کو ساقط نہیں کرے گا یعنی سال کے اول میں بھی پورا

---

[52] عبدالرحمن بن محمد بن سليمان المدعو، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ناشر دار إحياء التراث العربي، ج۱، ص۱۹۶

نصاب موجود ہے اور آ خر میں بھی نصاب پورا ہو گیا مگر درمیان میں کچھ کم ہو گیا تھا تو اس صورت میں رکوۃ واجب رہے گی ساقط نہ ہو گی۔

امام زفر:۔

امام زفر نے فرمایا ہے کہ سال کے اول سے لے کر آ خر تک پورے سال کامل نصاب کا موجودہ ہونا شرط ہے۔اگر کسی بھی حصہ میں نصاب کم ہو گیا توزکوۃ واجب نہ ہو گی۔

وہ یہ فرماتے ہیں کہ وجوبِ زکوۃ کا سبب نصابِ حولی ہے۔یعنی وہ نصاب جس پر حولان حول ہو جائے اور یہ فرع ہے پورے سال نصاب حولی کے باقی رہنے کی پس ثابت ہوا کہ نساب کا پورے سال باقی رہنا شرط ہے۔[53]

کسی کوزکوۃ دینے کی حد درہم کے اعتبار سے کتنی ہونی چاہیئے:۔

احناف کا مسلک:۔

کسی ایک آدمی کو دوسو درہم یا اس سے زائد بطور زکوۃ دینا مکروہ ہے بشرطیکہ نہ اس کے لیے عیال ہواور نہ اس پر کسی کا قرضہ ہو۔چنانچہ اگر ایک شخص صاحب عیال ہوتو اس کو اتنا مال دینا کہ اگر اس کو اس کی عیال پر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کے حصہ میں دوسو درہم سے کم آئے بلا کراہت جائز ہے۔اسی طرح اگر یہ شخص مدیون ہو تو اس کو زکوۃ کا اتنا مال دینا کہ دین ادا کرنے کے بعد دوسو درہم سے کم رہ جائے بغیر کراہت کے جائز ہے۔بہر حال کسی کو دوسودرہم بطورز کو ۃ دینا مکروہ ہے۔ہاں اگر دے دیا تو مع الکراہت جائز ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر نے فرمایاہے کہ دوسودرہم مال زکوۃ کسی ایک آدمی کودیناجائز نہیں ہے۔[54]

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی فقیر کو دوسودرہم مال زکوۃ دیاتو وہ غنی ہو گیا گویا غنی اور مالداری ادائے زکوۃ کے مقارن ہوئی کیونکہ ادائے زکوۃ علت ہے غنی اور تونگری کی اور علت ملعول سے مقارن ہوتی ہے۔پس چونکہ غنی

---

[53] زین الدین بن إبراھیم بن محمد،المعروف بابن نجیم المصري، البحرالرائق شرح کنزالد قائق،ج۲،ص۲۴۷

[54] البحرالرائق شرح کنزالد قائق،ج۲،ص۲۴۴

ادائے زکوۃ کے مقارن ہے اس لیے یہ ایسا ہو گیا گویا کہ ادائے زکوۃ مالدار کی طرف ہوئی اور مالدار کوز کو ۃ دینا جائز نہیں ہے اس لیے دوسو درہم کی مقدار بھی کسی کو دینا جائز نہ ہو گا ۔

غضب چیزوں کی بحث

تعریف:۔"

غصب کہتے ہیں: ایسامال جو شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت اور محترم نیز ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیے جانے کے لائق ہو، اسے مالک کی اجازت کے بغیر ظلماًاور علانیۃً لیناہے اور مالک کو قبضہ سے محروم کر دیناہے

غضب کی ہوئ چیز کے ضمان کا حکم:۔

اگر شئ مغضوب ہلاک ہو جائے اور وہ مثلی ہو یعنی کیلی یاوزنی تو مثل مغضوب واپس کرناضروری ہے لقولہ تعالی فمن اعتدا اور اگراس کا مثل منقطع ہو گیاہو یعنی وہ بازار میں ناپید ہو جائے تو پھر اسکی کونسی قیمت واجب ہو گی۔

احناف کا مسلک:۔

ان کے نزدیک خصومت کے دن کا اعتبار ہو گا۔یعنی جس دن حاکم کا حکم ہوا ہو اس دن کی قیمت دیناواجب ہو گی۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک اس دن کا اعتبار ہو گا جس دن اس چیز کا مثل ناپید ہو گیا۔[55]

ان کا کہنا یہ ہے کہ غاصب کے ذمہ اس چیز کا مثل واجب ہے اور انقطاع کی وجہ سے ہم اس کی مثل قیمت کی طرف گئے ہیں توانقطاع کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

غیر منقولی چیزوں میں غضب کا حکم:۔

احناف کا مسلک:۔

[55] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج ۱۱، ص ۱۸۴

ان کے نزدیک غضب صرف منقولہ چیزوں میں متحقق ہوتا ہے۔ غیر منقولہ چیزوں میں نہیں ہوتا اس لیئے کے غضب ازالہ ید کے بغیر نہیں ہو سکتا اور ید مالک کا ازالہ اسی وقت ہو گا جب منقول کو منتقل کر لیا جائے حالانکہ عقار میں نقل و تحویل ناممکن ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

ان کے نزدیک غضب منقولہ چیزوں میں بھی متحقق ہوتا ہے اور غیر منقولہ چیزوں اور عقار وغیرہ میں بھی اس کا تحقق ہوتا ہے۔

کیونکہ جب ایک شخص نے کسی کی زمین کو غضب کر لیا اور قبضہ جما لیا تو لا محالہ مالک کا قبضہ زائل ہو گیا۔[56]

دلیل میں حدیث پیش کرتے ہیں۔

"من ظلم من الارض شبرا، فإنه يطوقه من سبع ارضين[57]."

حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین غصب کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی گردن میں سات طبق زمین کا طوق ڈالیں گے۔

غاصب نے مغصوبہ چیز کو تبدیل کر دیا ہو تو اس کے استعمال کا حکم:۔

احناف کا مسلک:۔

احناف کے ہاں اگرچہ غاصب مغصوبہ چیز کا مالک ہو جائے لیکن ادائیگی ضمان سے پہلے اس کے لیئے اس چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

---

[56] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج ۱۱، ص ۱۸۶

[57] بخاري 2452

امام زفر کے ہاں اگر غاصب نے مغصوبہ چیز کو تبدیل کر دیا اور مغصوبہ چیز کا مالک بن گیا۔ تو وہ اس چیز سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ غاصب نے ضمان ادا نہ کیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غاصب کے لیئے ملک مطلق ثابت ہو چکی لہذا انتفاع جائز ہو گا۔ اور یہ بلکل ایسے ہی جائز ہے جیسے غاصب اس چیز کو ہبہ کرے یا فروخت کرے تو جائز ہوتا ہے۔[58]

مغصوبہ لکڑی پر عمارت بنانے کا حکم:۔

احناف کا مسلک:۔

اگر کسی نے خاص قسم کی لکڑی کو غصب کیا پھر اس پر عمارت بنائی تو اس طرح کرنے سے مالک سے اس کی ملک زائل ہو جائے گی۔ اور غاصب پر اس کی قیمت لازم ہو گی۔

امام زفر کا تفرد:۔

اگر کسی نے خاص قسم کی لکڑی کو غصب کیا پھر اس پر عمارت بنائی تو اس طرح کرنے سے مالک سے اس کی ملک زائل ہو جائے گی۔ اور غاصب پر اس کی قیمت واجب نہ ہو گی بلکہ مالک کو اختیار حاصل ہو گا چاہے تو قیمت لے لے چاہے تو لکڑی کو واپس کروائے۔[59]

شفعہ کی بحث

تعریف:۔ "شفعہ" کے لغوی معنی "ملانے" کے ہیں، جب کہ اصطلاحِ شرع میں: فروخت شدہ زمین کو قیمتِ فروخت کے عوض مشتری اول کی رضامندی کے بغیر خرید کر مالک بن جانا، شفعہ کہلاتا ہے

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے

"(هِيَ) لُغَةً: الضَّمُّ وَشَرْعًا (تَمْلِيكُ الْبُقْعَةِ جَبْرًا عَلَى الْمُشْتَرِي بِمَا قَامَ عَلَيْهِ) بِمِثْلِهِ لَوْ مِثْلِيًّا وَإِلَّا فَبِقِيمَتِهِ (وَسَبَبُهَا اتِّصَالُ مِلْكِ الشَّفِيعِ بِالْمُشْتَرَى) بِشَرِكَةٍ أَوْ جِوَارٍ".[60] **فقط واللہ اعلم**

---

[58] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج۱۱، ص۲۰۸

[59] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج۱۱، ص۲۱۴

طلب شفعہ میں تاخیر :۔

احناف کا مسلک :۔

شفیع کو شفعہ کا حق حاصل رہتا ہے۔ چاہے وہ شفعہ طلب کرے یا نہ کرے بلکہ شفعہ طلب کرنا شفعہ میں پختگی پیدا کر دیتا ہے۔

امام زفر کا تفرد :۔

امام زفر فرماتے ہیں کہ شفعہ طلب کرنا ضروری ہے اگر شفعہ طلب نہ کیا گیا حتی کے ایک مہینہ گزر گیا تو اب شفعہ کا حق باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر شفعہ کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو مشتری کا نقصان لازم آتا ہے۔ یعنی وہ ہر وقت اس پریشانی میں مبتلا رہے گا کہ اور وقت یہ خطرہ منڈلاتا رہے گا کہ کسی بھی وقت شفیع شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے۔[61]

ثمن اگر ادھار ہو تو کیا شفیع کو بھی ادھار کا حق ہے ؟

بائع نے اپنا مکان مشتری کو اگر ادھار ثمن پر فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ کا دعوی کر دیا تو کیا شفیع کے لیئے بھی ادھار کا اختیار حاصل ہو گا۔

احناف کا مسلک :۔

احناف کے نزدیک مشتری کے لیئے تو ادھار کا اختیار حاصل ہے مگر شفیع صرف نقد کی صورت میں ہی لے سکتا ہے ادھار کا اختیار شفیع کے لیئے نہیں ہے۔

امام زفر کا تفر :۔

امام زفر کے ہاں اگر بائع نے اپنا مکان مشتری کو ادھار ثمن پر فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ کا دعوی کر دیا تو شفیع کے لیئے بھی ادھار کا اختیار حاصل ہو گا۔ بلکل اسی طرح جیسے بائع نے کھوٹے دراہم کے بدلے میں مکان فروخت کیا تو شفیع

---

[60] شامی، کتاب الشفعة، ٦ / ٢١٦ - ٢١٧

[61] ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین، ردالمحتار علی الدرالمختار، الناشر: دارالفکر - بیروت، ج٦، ص٢٣٥

کے لیئے حق ہے کہ وہ اتنے ہی کھوٹے دراہم دے کر مکان لے لے۔اسی طرح یہاں بھی شفیع کو حق ہو گا کہ ثمن مؤجل کے بدلے میں مکان لے لے۔[62]

شفعہ اولا ترک کرنے کے بعد دوبارہ طلب کرنا:۔

احناف کا مسلک:۔

اگر شفیع کو اولا معلوم ہوا کہ مکان ہزار درہم مین فروخت کیا گیا ہے تو اس نے شفعہ سے دستبر داری دے دی پھر پتا چلا مکان دنانیر کے بدلے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ہزار درہم یا زیادہ ہیں تو احناف کے نزدیک شفعہ نہیں ملے گا کیونکہ ثمنیت میں جنس متحد ہیں۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک اگر شفیع کو اولا معلوم ہوا کہ مکان ہزار درہم مین فروخت کیا گیا ہے تو اس نے شفعہ سے دستبر داری دے دی پھر پتا چلا مکان دنانیر کے بدلے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ہزار درہم یا زیادہ ہیں تو اس صورت میں شفیع کو شفعہ کا حق حاصل رہے گا۔[63]

چھوٹے بچے کی جانب سے باپ یا وصی نے شفعہ چھوڑ دیا ہو:۔

ایک بچہ جسکی ماں کا انتقال ہو گیا تھا جس سے اس کو ایک مکان وراثت میں ملا۔اب اس کے پڑوس میں ایک مکان فروخت ہوا جس میں بچہ کو شفعہ کا حق پہنچتا ہے مگر باپ یا وصی نے شفعہ سے دستبر داری دے دی تو کیا یہ دستبر داری صحیح ہو گی یا نہیں؟

احناف کا مسلک:۔

احناف کے ہاں یہ دستبر داری صحیح ہے۔اب اس بچے کو شفعہ کا حق ساقط ہو گیا ہے۔یہ اب بلوغت کے بعد شفعہ دائر نہیں کر سکتا۔

---

[62] البحر الرائق شرح کنز الد قائق،ج۸،ص ۵۳

[63] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، الناشر: دار الفکر-بیروت،ج٦،ص ۲۴۲

امام زفر کا تفرد:۔

مذکورہ بالا صورت میں امام زفر اس بات کے قائل ہیں کہ بچے کو شفعہ کا حق ثابت رہے گا نہ کہ ساقط ہو جائے گا۔اور بچہ بالغ ہونے پر شفعہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

اکراہ کی بحث

اکراہ کی عام فہم تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کو غیر معمولی نتائج کی دھمکی دے کر کسی کام پر اس طرح مجبور کیا جائے کہ دھمکی دینے والا اس دھمکی کو واقع کرنے پر قادر بھی ہو اور جس شخص کو دھمکی دی جائے اسے بات نہ ماننے کی صورت میں اس غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہونے ہونے کا غالب گمان یا یقین بھی ہو۔وہ یہ کام نہ کرنا چاہتا ہو لیکن دھمکی دینے والے شخص کو اپنی دھمکی پر قادر سمجھ کر کرلے

مکرہ کی بیع کا حکم:۔

مسلک احناف:۔

اگر کسی نے مکرہ(مجبور)ہونے کی حالت میں کوئی چیز فروخت کی اور مجبور ہو کر ہی وہ چیز مشتری کو سپرد کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو احناف کے نزدیک مشتری اس چیز کا مالک بن جائے گا۔

امام زفر کا تفرد:۔

اگر کسی نے مکرہ(مجبور)ہونے کی حالت میں کوئی چیز فروخت کی۔اور مشتری نے قبضہ کر بھی لیا تب بھی مشتری اس کا مالک نہیں بن سکتا۔وہ فرماتے ہیں کہ مکرہ کی بیع اجازت پر موقوف ہوتی ہے اور بیع موقوف قبل از اجازت مفید ملک نہیں ہوتی۔[64]

---

[64] رد المحتار علی الدر المختار،ج۶،ص۱۳۰

فصل ثانی: متفرق مالی معاملات میں امام زفر کے تفردات اور فقہی افادیت

حوالہ کی بحث

ایک شخص کے ذمے سے قرض تبدیل کر کے دوسرے کے ذمے کر دینا حوالہ ہے۔ مثلا ایک شخص نے قرضہ دینا ہے اور اس نے کسی سے قرضہ لینا بھی ہے تو قرض کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ کہتا ہے میں نے فلاں سے قرض لینا ہے تو اس سے وسول کر لے۔ اگر یہ تسلیم کر لے تو مقروض بری الذمہ ہو جائے گا۔ حوالہ سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (احکام و مسائل)

۱۔ حوالہ میں لوگوں کے ساتھ نرمی ہے ہے اور ان کے معاملات میں میں آسانی پیدا کرنے کے لیے ہے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں تعاون کی ایک آسان اور اچھی صورت ہے تاکہ ان کے قرضے ادا ہو اور انہیں راحت و سکون حاصل ہو۔

۲۔ مقروض اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے جس شخص کا حوالہ دے اس پر قرضہ ثابت شدہ ہوں کیونکہ حوالے کا تقاضہ محال علیہ پر قرض کو لازم کرتا ہے اور جب فرض محال علی کے ذمہ ثابت نہیں تو اس کا ساقط ہونا ممکن ہے لہذا ایسی فروخت شدہ چیز کی قیمت پر حوالہ درست نہیں جو مدت خیار میں ہو

۳۔ محیل (حوالہ کرنے والا) رضامند ہوں اس لئے کہ حوالہ کرنے والے نے اگرچہ قرض دینا ہے مگر اس پر لازم نہیں کہ حوالہ ہی کی صورت میں ادا کرے جیسا کہ محال علیہ کا راضی ہونا شرط نہیں جب کہ اسے ایسے غنی کے حوالے کیا جا رہا ہوں جو ٹال مٹول نہیں کرتا بلکہ اسے حوالہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے کہ یہ اپنا حق خود طلب کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

مَطْلُ الغني ظلم، وإذا أُتبِعَ أحدكم على مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ[65]

صحیح البخاری، الحوالات، باب الحوالہ ھل یرجع فی الحوالہ، حدیث ۲۲۸۸، ۲۲۸۷

قرض کی ادائیگی میں غنی کا تاخیر کرنا ظلم ہے۔جب تم میں سے کسی کے قرض کو غنی کے حوالے کیا جائے تو وہ اسے قبول کرلے

۴۔اگر محال علیہ مالدار نہیں تو محال پر لازم نہیں کہ وہ حوالہ کو ضرور قبول کرلے اور نہ اسے مجبور کیا جاسکتا ہے کیوں کے اس میں اس کا نقصان ہے

۵۔جب حوالہ درست ہو یعنی اس میں مذکورہ تمام شرائط موجود ہوں تو محیل کا ذمہ محال علیہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور محیل اس حق کی ادائیگی سے بری ہو جاتا ہے۔لہذا محال کے لئے مناسب نہیں کہ وہ محیل کی طرف دوبارہ رجوع کرے کیوں کے اس کا حق دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو چکا ہے وہ محال علیہ سے مطالبہ کرتا رہے حتی کہ اس سے اپنی رقم حاصل کرلے یا وصولی کے لئے کسی مناسب صورت پر اس سے صلح و مصالحت کرلے۔

حوالہ کی مروجہ صورتیں

حوالہ صرف قرضوں کا ہو سکتا ہے جیسا کہ مثالوں میں ذکر ہوا ہے حقوق(Rights یا اشیاء کا حوالہ نہیں ہو سکتا جدید معاملات میں حوالہ کی چند مثالیں.

۱۔چیک:۔

کاروبار میں چیک کا استعمال عام ہے ہم چیک لکھ کردے دیتے ہیں اس چیک کی حقیقت حوالہ ہی ہے

۲۔بل آف ایکسچینج:۔

ہمارے مالیاتی نظام میں بل آف ایکسچینج کا بھی کاروبار ہو رہا ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص یا ادارہ دوسرے شخص کو مخصوص رقم دے کر بتائیں متعینہ تاریخ کو ادائیگی کا حکم لکھ کردے رہا ہوتا ہے مروجہ مالیاتی نظام میں آف ایکسچینج کا استعمال ہوتا ہے

بینک ڈرافٹ یا پے آرڈر:۔

عمومار قوم کی یقینی منتقلی کے لیے یہ دو دستاویزات بھی کی جارہی ہوتی ہیں بینک رقم وصول کرلیتاہے اور اس کی ادائیگی بجائے آپ کے اس شخص کو کرتا ہے جس کے نام پر یہ بنک ڈرافٹ یا پے آرڈر بنوایا ہے جو حوالہ ہی کی ایک صورت ہے۔[66]

وراثت کی بحث

بیوع یالین دین کے معاملات کا بظاہر براہ راست سے کچھ تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن چونکہ یہ بھی انتقال ملکیت کا ایک ذریعہ ہے اگرچہ غیر اختیاری ہے اور مرنے والے کی وفات کے بعد از خود اس کا ترکا اس کے جانشینوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (احکام و مسائل)

اگر کوئی کافر رشتہ دار کسی مسلمان کی موت کے بعد اور اس کے ترکے کی تقسیم سے پہلے پہلے مسلمان ہو گیا تو وہ وارث ہو گا چناچہ حدیث میں ہے۔

كلُّ قسْمٍ قُسِمَ في الجاهليَّةِ فهوَ على ما قُسِمَ وَكلُّ قَسْمٍ أدرَكَهُ الإسلامُ فَهوَ على قَسْمِ الإسلامِ

جو تقسیم جاہلیت میں ہو گی اسے قائم رکھا جائے گا اور جو تقسیم زمانہ اسلام میں ہو گی وہ اسلام کے قوانین کے مطابق ہو گی۔[67]

مسلمان کافر کا وارث ہو گا لیکن کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو گا۔ کیونکہ حدیث میں ہے

الإسلام يزيد ولا ينقص،

اسلام بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا[68]

لہذا اگر مسلمان کو کافر کا ترکہ ملے تو فائدہ ہے اور حدیث کا تقاضا پورا ہوتا ہے جب کہ حصہ نہ ملنے پر نقصان ہے۔

وصیتوں کا بیان

---

66 شیخ نعمان، حوالہ کا تصور اور جدید صورتیں، مشاہدات، ۵۹۳۵

67 سنن ابوداود الفرائض بافیمن مسلم علی میراث، حدیث ۲۰۱۴

68 سنن ابوداود الفرائض باب ھل یرث المسلم الکافر، حدیث ۲۹۱۲

وصیت یہ ہے کہ انسان تاکید کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے فلاں فلاں کام کیے جائیں یا یہ کہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال میں سے کوئی چیز فلاں شخص کی ملکیت میں دے دی جائے یا خیرات کی جائے یا امور خیر یہ میں صرف کی جائے یا اپنی اولاد کے لئے اور جو لوگ اس کی کفالت میں ہوں ان کے لیے کسی کو نگراں اور سرپرست مقرر کرے اور جس شخص کو وصیت کی جائے اسے وصی کہتے ہیں

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت

ا۔ وصیت کرنے والے کی نیابت قبول کرنا:

موصی علیہ کے لیے مستحب ہے اور اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن اس ذمہ داری کو وہ شخص قبول کرے جس میں وصیت کو نافذ کرنے کی قدرت و طاقت ہو نیز اسے اپنی امانت داری پر اعتبار ہو اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى[69]

نیک چیز اور خیر پر ایک دوسرے کی امداد کرو۔

۲۔ شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کوئی مرنے لگے اور اس کے پاس مال ہو تو وہ اپنے رشتے داروں کے لئے وصیت کرے پھر اللہ تعالی نے ترکہ کی آیتیں اتاریں اور ایک وارث کا حصہ مقرر کر دیا اب وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں دوسرے وارثوں کا نقصان ہو گا

۳۔ وارثوں کے جو حصے اللہ تعالی نے مقرر کر دیے ہیں ان میں وصیت سے کمی بیشی نہیں کی جاسکتی وارث یا تمام وارثین کو محروم کرنے کے لیے اگر کوئی شخص وصیت کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔

۴۔ اگر انسان کو پتہ چلے کہ کسی نے اسے وصی بنایا ہے تو اگر وصیت پر عمل کرنے میں کوئی زحمت نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کی وصیت پر عمل درآمد کرے اور وصیت کو قبول کرلے

۵۔ اگر فوت ہونے والے کے مال کی کچھ مقدار وصی کے ہاتھ سے تلف ہو جائے تو اگر وصی نے اس کی نگہداشت میں کوتاہی کی ہو تو وہ ذمہ دار ہے اگر اس نے کوتاہی نہ کی ہو تو وہ ذمہ دار نہیں۔

---

[69] المائدہ، ۵:۲

۶۔جو مصرف متوفی نے معین کیا ہوا گر وہ اس کے مال کے حصّے سے زیادہ ہو تو مال کے تیسرے حصے سے زیادہ کے بارے میں اس کی وصیت اس صورت میں صحیح ہو گی جب ورثہ کوئی ایسی بات یا ایسا کام کریں جس سے معلوم ہو کے کہ انہوں نے وصیت کے مطابق عمل کرنے کی اجازت دے دی ہے اور ان کا صرف قلبا راضی ہونا کافی نہیں ہے اور اگر وہ موصی کی رحلت کے کچھ عرصے بعد بھی اجازت دیں تو صحیح ہے اور اگر بعض اجازت دے دیں اور بعض نے وصیت کو رد کر دیا جنہوں نے اجازت دی ہو ان کے حصوں کی حد تک وصیت صحیح اور نافذ ہے۔

۷۔اگر مرنے والا وصیت کرے کہ اس کے مال کی اتنی مقدار فلاں شخص کی ہو گی اور وہ شخ وصیت کو قبول کرنے یا رد کرنے سے پہلے مر جائے تو جب تک اس کے ورثہ وصیت کو رد نہ کر دیں اس چیز کو قبول کر سکتے ہیں۔

۸۔اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اس کی املاک میں سے کوئی چیز کسی دوسرے کا مال ہو گئی تو اس صورت میں جب کہ وہ دوسرا شخص وصیت کو قبول کرلے خواہ اس کا قبول کرنا وصیت کرنے والے کی زندگی میں یا مرنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو وہ چیز موصی کی موت کے بعد اس کی ملکیت ہو جائے[70]

ہبہ کی بحث

کسی عاقل بالغ جائز التصرف کا کسی کو اپنی زندگی میں مال و متاع تبرعا (اپنی خوشی سے) دے دینا ہبہ کہلاتا ہے جیسے مسلمان کسی کو مکان یا کچھ روپے دے دے۔

امام زفر کے تفرد و استدلال کی فقہی افادیت

١ ۔سنت رسول میں ہدیہ وہبہ کی نہایت رغبت دلائی گئی ہے کیوں کہ اسلامی معاشرے پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

عن ابي هريرة، عن النبي ﷺ يقول: ''تهادوا تحابوا.''

ایک دوسرے کو تحفے دو اس سے باہمی محبت بڑھے گی۔[71]

۲۔ہدیہ کو قبول کرنا چاہیے چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو نیز اس کا مناسب بدلہ دینا مسنون ہے جیسا کہ مروی ہے

---

[70] صارم، مولانا فاروق اصغر صارم، فقہی احکام و مسائل، ناشر دار السلام، لاہور پاکستان، ص ۱۸۱

[71] صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من رای الھبۃ الغائبۃ جائزۃ، حدیث ۲۵۸۵

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيُثِيبُ عَلَيْهَا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول کرتے اور اس کے بدلے میں ہدیہ دیا کرتے تھے۔[72]

اور یہ دین اسلام کی خوبی اور بلندی اخلاق کا مظاہرہ ہے۔

۳۔ جب ہبہ لینے والا قبول کر کے اسے اپنے قبضے میں لے لے تو واہب (ہبہ کرنے والے) کے لئے جائز نہیں کہ اسے واپس لے لے البتہ قبضہ سے پہلے رجوع کر سکتا ہے۔

۴۔ گر کوئی چیز کسی کے پاس امانت تھی یا اس نے عاریتاً لی ہوئی تھی پھر مالک نے اسے ہبہ کر دی تو اس چیز کا اس کے پاس رہنا ہی قبضہ شمار ہو گا۔

۵۔ اگر کسی کے ذمہ میں کچھ قرض تھا تو قرض خواہ نے اسے ہبہ کر دیا تو مقروض بری الذمہ ہو جائے گا اور ہر وہ شے ہبہ ہو سکتی ہے جسے فروخت کرنا جائز ہو۔

امام زفر کے تفرد کے مطابق ارکان ہبہ

ہبہ میں مجموعی طور پر تین باتیں پائی جاتی ہیں

۱۔ ایجاب ۲۔ قبول ۳۔ قبضہ

ہبہ ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے اور قبض سے مکمل ہوتا ہے[73]

ایجاب و قبول سے متعلق شرط یہ ہے کہ اس کو کسی ایسی بات کے ساتھ مشروط نہ کیا گیا ہو جس کے وجود اور عدم دونوں کا امکان ہو کیوں کہ ہبہ فی الفور مالک بنانے کا نام ہے۔

زکوۃ کی بحث

اسلامی حکومت کے فرائض منصبی:۔

قرآن حکیم نے اسلامی ریاست کے صاحبان اقتدار اور اختیار کے فرائض منصبی اور وظائف گنواتے ہوئے فرمایا

---

[72] صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب المکافاۃ فی الھبۃ، حدیث ۲۵۸۵

[73] بدائع الصنائع، ج ۶، ص ۵۱۱

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ[74]

•

مذکورہ آیت کریمہ کی رو سے حکومت اسلامیہ کے قیام کے چار مقاصد بالترتیب ذکر ہیں

۱۔اقامت صلوۃ ۲۔آدائیگی زکوۃ ۳۔امر بالمعروف ۴۔نہی عن المنکر

ان آیات سے واضح ہوا کہ جب حکام منصب حکومت پر متمکن ہو کر زمام اقتدار سنبھال لیں تو ان کے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں نظام صلوۃ برپا کرنے کے بعد نظام زکوۃ کا قیام عمل میں لائیں چونکہ زکوۃ کا تعلق اقتصادیات سے ہے یہ اسلام کے اقتصادی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔آبنائے زکوۃ کے حکم کے پیچھے یہ فلسفہ کارفرما ہے کہ اسلامی حکومت پورے معاشرے کو ایسا اقتصادی ومعاشی نظام طرز زندگی اور سماجی ڈھانچہ مہیا کرے جس سے حرام کے تمام راستے دور ہو جائے اور رزق حلال کے دروازے کھلتے ہیں۔

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (احکام ومسائل)

مال تجارت کی زکوۃ:۔

جس مال کا انسان معاوضہ دے کر مالک ہوا ہو اور اس نے وہ مال تجارت اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے محفوظ رکھا ہو (تو احتیاط واجب کی بناپر) ضروری ہے کہ (مندرجہ ذیل) چند شرائط کے ساتھ اس کی زکوۃ دے جو چالیسواں حصہ ہے۔

۱۔زکاۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے نیت ضروری ہے یا تو دیتے وقت دل میں زکوۃ دینے کی نیت کرے یا اپنے مال سے رقم الگ کرتے وقت یہ نیت کرے کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے پھر چاہے مستحق کو دیتے وقت زکاۃ کی نیت ہو یا نہ ہو زکوۃ ادا ہو جائے گی اور مستحق کو زکوۃ کی نیت کے بغیر مال دے دیا اور وہ مال ابھی مستحق کے پاس موجود ہے اور دینے والا نیت کرلے تو اس کی نیت معتبر ہو جاتی ہے اور زکات کی نیت کرنے سے پہلے ہی میں وہ مال خرچ کر لیا تو نیت درست نہیں

---

[74] القرآن، سورۃ الحج، آیت ۴۲،۴۱

ہو گی اور زکوۃ ادا نہیں ہو گی جیسا کہ امام زفر کے تفرد سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر نیت کے اپنا پورا مال صدقہ کر دے تو اس سے زکوۃ کی فرضیت ساقط نہیں ہو گی کیونکہ ان کے نزدیک فرض زکاۃ ادا کرنے کے لیے نیت شرط ہے۔

جیسا کہ الفتاوی الھندیہ میں ہے۔[75]

”و إذا دفع إلى الفقير بلا نية ثم نواه عن الزكاة فإن كان المال قائما في يد الفقير أجزأه، و إلا فلا، كذا في معراج الدراية و الزاهدي و البحر الرائق و العيني و شرح الهداية“.

۲۔ کسی مال پر زکوۃ واجب ہونے کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ اس پر ایک سال گزر گیا ہو یعنی وہ اس کے مالک کے پاس ایک سال تک رہا ہوں امام زفر کے تفرد کے پیش نظر اس سلسلے میں چند باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

- اگر شروع سال میں اتنی رقم تھی کہ جس پر زکوۃ واجب ہوتی تھی لیکن سال پورا ہونے سے پہلے وہ ختم ہو گئی تو اس پر زکوۃ عائد نہیں ہو گی کیونکہ امام فرماتے ہیں کہ وجوب زکوۃ کا سبب نصاب حولی ہے یعنی ان کے نزدیک نصاب کا پورے سال باقی رہنا شرط ہے اس کے برعکس احناف کے یہاں سال کے اول و آخر میں کامل نصاب کا ہونا شرط ہے۔
- اگر کسی شخص کے پاس مثلا سال کے شروع میں پچاس ہزار روپے تھے اور سال کے آخر میں اس کے پاس ستر ہزار روپے ہو گئے تو اسے ستر ہزار کی زکوۃ ادا کرنی ہو گی۔
- سال کا آغاز اس وقت سے شمار کیا جائے گا جب سے مالک ملک مال صاحب نصاب ہوا ہو

۳۔مال ضمار کی زکوۃ ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ اسے اس مال پر کامل تصرف حاصل نہیں البتہ اگر کبھی اسے وصال مل جائے تو اسے زکوۃ ادا کرنی ہو گی کیوں کہ امام زفر کے نزدیک زکوۃ واجب ہونے کا سبب یعنی نصاب کا مالک ہونا موجود ہے اور جب وجوب زکوۃ کا موجود ہے تو مال ضمار میں زکوۃ بھی واجب ہو گی زیادہ سے زیادہ یہ کیا جائے سکتا ہے کہ مال ضمار پر مالک کا قبضہ ہے۔

---

75 محيي الدين، محمد أورنگ زيب ،الفتاوی الهندية، ناشر دار الفكر، ج١، ص١٧١

جیسا کہ اس کی یہ صورت ہے اگر قرض دینے والے کو اپنا قرض وصول ہونے کی امید نہ ہو یا وصول ہونے میں مقروض ٹال مٹول کر رہا ہوں تو اس قرض کی زکوۃ اس وقت تک ادا کرنا واجب نہیں جب تک کہ وہ قرض وصول نہ ہو جائے البتہ جب وصول ہو جائے تو پچھلے تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہو گی۔

فتاوی دار العلوم دیوبند میں ہے ہے:

جس وقت قرض وصول ہو جائے اس وقت پچھلے سالوں کی زکوۃ بھی دینا واجب ہے۔[76]

اسی طرح بدائع الصنائع میں ہے۔

"ومنها الملك المطلق... فلا تجب الزكاة في المال الضمار عندنا خلافا لهما.وتفسير مال الضمار هو كل مال غير مقدور الانتفاع به مع قيام أصل الملك كالعبد الآبق والضال، والمال المفقود، والمال الساقط في البحر، والمال الذي أخذه السلطان مصادرة، والدين المجحود"[77]

۴۔ جو شخص زکوۃ مستحق شخص کو پہنچا سکتا ہو اگر وہ اسے زکوۃ نہ پہنچائے اور اس کی کوتاہی برتنے کی وجہ سے مال تلف ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کا عوض دے اگر مال زکوۃ حفاظت کرنے کے باوجود تلف ہو جائے تو زکوۃ ادا کرنے میں تاخیر کی کوئی صحیح وجہ نہ ہو تو ضروری ہے۔ کہ اس کا عوض دے لیکن اگر تاخیر کرنے کی کوئی صحیح وجہ تھی تو بھی اس کا ضامن ہے کیونکہ امام زفر کے نزدیک دین زکوۃ وجوب کو نہیں روکتا۔

امام زفر کے تفرد کی عصری افادیت (مروجہ صورتیں)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ:

پراویڈنٹ فنڈ (تنخواہ سے لازمی طور پر وضع ہونے والی رقم) جب تک اس پر قبضہ نہ ہو جائے اس کی زکوۃ واجب نہ ہو گی جب یہ رقم وصول ہو جائے اور بقدر نصاب ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس کی زکوۃ ادا کرنی ہو گی بعض ااوقات کچھ لوگ قانون انکم ٹیکس سے بچنے یا دیگر مصالحت کی خاطر ااختیاری طور پر اپنی تنخواہ سے کچھ زائد رقم وضع

---

[76] عثمانی، مفتی عزیز الرحمان، فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الزکوۃ، ناشر دار الاشاعت، ج ۶، ص ۵

[77] بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۹

کراکر (P.F) جمع کراتے ہیں یہ رقم اگر نصاب کو پہنچ جائے توتو سال بسال زکوۃ ادا کرنی پڑے گی اس اختیاری وضع کرائی ہوئی رقم کی حیثیت ودیعت کی ہے۔ اور مال ودیعت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے ۔[78]

شیئرز پر زکوۃ:۔

موجودہ زمانے میں شیئرز کی خرید وفروخت عام ہو گئی ہے یہ شیئرز مال تجارت کی نمائندگی کرتے ہیں ان کی قیمت میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے شیئرز کی خریداری پر ایک سال گزر گیا ہو توان پر بھی زکوۃ عائید ہو گی اور زکوۃ نکالتے وقت مارکیٹ میں ان کی جو قیمت ہو گی اس کا اعتبار کیا جائے گا۔[79]

مکانوں اور پلاٹوں کی تجارت پر زکوۃ:

کسی شخص کی ملکیت میں ایک سے زائد مکان یا پلاٹ ہو لیکن اس کی نیت ان کی تجارت کی نہ ہو توان پر زکوۃ واجب نہ ہو گی لیکن اگر نیت یہ ہو کہ انہیں آئندہ فروخت کر کے منافع کمائے گا توان کی حیثیت مال تجارت کی ہو جائے گی اور ان پر زکوۃ ہو گی۔[80]

غضب چیزوں کی بحث

غضب کے معنی یہ ہیں کہ کوئی بندہ کسی چیز پر یا حق پر ظلم اور دھونس یا دھاندلی کے ذریعے قابض ہو جائے شرعاً کسی کا مال غضب کرنا اور اس سے انتفاع حاصل کرنا ناجائز و حرام ہے۔

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (احکام و مسائل)

غضب کے حرام ہونے پر اہل اسلام کا اجماع کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[81]

اور ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھایا کرو

اسی طرح حدیث میں ہے۔

---

[78] نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ص ۱۶

[79] محيي الدين، محمد أورنك زيب ،الفتاوی الھندیۃ، ناشر مکتبہ رشیدیہ، ج۱، ص ۱۷۵

[80] تھانوی، مولانا اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوی، کتاب الزکوۃ والصدقات، ناشر مکتبہ دار لعلوم کراچی، ص ۵۴

[81] القرآن، سورۃ البقرہ ۲، ۱۸۸

ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب[82]

کسی مسلمان کا مال اس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

۱۔امام زفر کے نزدیک مغضوب (غضب کیا گیا) مال "غیر منقول یعنی زمین، مکان وغیرہ بھی ہو سکتا ہے اور منقول" (رقم وجانور) بھی۔

احناف کے برعکس ان کے نزدیک غیر منقول چیزوں مین غضب نہیں ہوتا۔ چناچہ رسول اللہ کا فرمان ہے۔

مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللَّهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ[83]

جو شخص ایک بالشت بھر زمین لے لے ظلم سے اللہ تعالیٰ اس کا طوق بنادے گا سات زمینوں میں سے قیامت کے دن۔

۲۔ غاصب پر لازم ہے کہ وہ طلب معافی کے لئے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرے اور غصب کردہ چیز ہے مالک کو لوٹ آئے اور اس سے بھی معافی مانگے۔

۳۔غصب کی ہوئی چیز غاصب کے پاس ہلاک ہو جائے یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھوں بیچ دے اور مالک مغضوبہ چیز کے بجائے عوض لینا چاہے تو غاصب اگر اس کا ضمان ادا کرنا چاہے تو اس کی چند صورتیں ہیں۔

- اگر مثلیات (موزونات، عدد متقاربہ) میں سے ہو تو غاصب پر بطور ضمان اس کا مثل واجب ہو گا۔
- اگر غیر مثلی (موزونات، عدد، متقاربہ) میں سے ہو تو اس پر غصب کے دن کی قیمت واجب ہو گی۔

جیسا کہ الفتاوی الھندیہ میں ہے۔

وإن غصب ما لا مثل له فعليه قيمة يوم الغصب[84]

۴۔ کسی بندے نے کوئی رقم غصب کرلی ہو۔ پھر اس رقم سے منافع حاصل کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ غصب کی ہوئی رقم کے بقدر رقم اصل مالک کو لوٹادے جب ایسا کرلے گا تو حاصل شدہ منافع حلال ہے امام زفر اس کی حلت کے قائل ہیں

---

82 سنن الدار قطنی، ۳، ۲۲، حدیث ۲۸۶۲

83 صحیح البخاری، المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، حدیث ۲۴۵۳، ۲۴۵۲

84 الفتاوی الھندیہ، کتاب الغضب، ج۵، ص ۱۳۹

جیسا کہ الفتاوی الھندیہ میں ہے۔

واذا الصرف فی المغضوب وربح فھو علی وجوہ اما ان یکون[85]

۵۔ اسی طرح بندہ کوئی چیز غصب کرے تو ضروری ہے کہ ااس کے مالک کو لوٹادے اور اگر وہ چیز ضائع ہو جائے اور ا اس کی کوئی قیمت ہو تو لازمی ہے کہ اس کی قیمت مالک کو دے۔

۶۔ جس شخص نے کوئی زمین غصب کی اور اس میں وہ زراعت کرے یا درخت لگائے تو زراعت یا درخت ااور ان کا پھل خود ااس کا مال ہے اور زمین کا مالک اس بات پر راضی نہ ہو تو جس نے زمین غصب کی ہو تو ضروری ہے۔ کہ خواہ ایسا کرنا اس کے لیے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو وہ فور ااپنی زراعت یا درختوں کو زمین سے اکھیڑ لے اور جتنی مدت اس زمین کو استعمال کیا ہو اتنی مدت کا کرایہ مالک کو دے ااور جو خرابیاں زمین کے اندر پیدا ہوئی ہوا نہیں درست کریں۔

۷۔ غصب کی ہوئ چیز اگر تلف ہو جائے تو ضروری ہے کہ غاصب ااس چیز کی قیمت ادا کرے اور اگر اس وقت اور ضرورت مختلفا ہونے کی وجہ سے اس کی بازار میں قیمت تبدیل ہو چکی ہو تو ضروری ہے کہ وہ قیمت دے جو تلف ہونے کے وقت تھی ااور احتیاط مستحب یہ ہے کہ غصب کرنے کے وقت سے لے کر تلف ہونے تک ااس چیز کی جو زیادہ سے زیادہ قیمت رہی ہوں وہ دے۔

۸۔ اسی طرح غاصب نے غصب کی ہوئ چیز کو کافی عرصہ روک کر رکھا تھا جس کی وجہ سے بازار میں اس کی قیمت کم ہو گی تو درست بات یہی ہے کہ وہ اس اس نقصان کا ذمہ دار ہے۔

۹۔ مشتری کو اگر یہ معلوم ہو کہ یہ زمین غاصب کی ہوئ ہے تو اس معلوم ہونے کے بعد اس کے لیے خرید نا غلط اور جائز نہیں اور اگر ااس نے غاصب سے زمین خرید لی تو مالک اس سے واپس لے سکتا ہے ااور خریدنے والا اپنی رقم غاصب سے لے گا جیسا کہ ردالمختار میں ہے۔

والمشتری اذا ضمن قیمۃ یرجع مالثمن علی الغاصب البائع[86]

شفعہ کی بحث

---

[85] ایضا، ج۵، ص ۱۴۱

[86] ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز الشھیر ابن عابدین، ردالمختار، ناشر دار الفکر، ج۶، ص ۱۹۶

شفعۃ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں۔ جس کے لغوی معنی "جفت" کے ہیں کیوں کہ شفا کرنے مبیعہ کو جو کہ منفرد تھا شفعہ کی وجہ سے اپنی ملکیت میں ملاتا ہے چنانچہ اسے شفعہ کہا جاتا ہے۔

شفعہ حدیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی نے شفا کے ذریعہ سے فساد و نقصان کا وہ دروازہ بند کیا ہے جو شراکت سے تعلق رکھتا ہے

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" بندوں کی مصلحتوں کے بارے میں اسلامی شریعت کی خوبیوں اور اس کے عدل و انصاف پر مبنی قوانین میں سے ایک چیز شفا بھی ہے"۔[87] شارع علیہ السلام کی احکادیث کی حکمت کا تقاضہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو مکلفین کا نقصان نہ ہو جبکہ شراکت داری میں دیکھا گیا ہے اکثر انقصان ہی کا باعث بنتی ہے شریعت نے اس نقصان کو کبھی تقسیم سے اور کبھی شفعہ سے ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور واضح کیا ہے کہ اگر کوئی بندہ مشترکہ چیز میں سے اپنا حصہ فروخت کر کے لیتا ہے تو بجائے اجنبی کے اس کا شریک زیادہ حقدار ہے اس طرح وہ اپنے شریک کو ضرر سے بچا سکتا ہے۔ اس میں بیچنے والے کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ وہ اپنا حق قیمت کی صورت میں وصول کر رہا ہے عربوں کے اندر دور جاہلیت میں شفا معروف و مشہور چیز تھی اا گر کوئی بندہ اپنا گھر یا باغ بیچنا چاہتا تو اس کے پاس اس کا متصل یا شریک آتا اور فروخت ہونے والے حصے کو اپنے حصے میں شامل کرنے کے لیے خریدار بنتا اور اس میں خود کو دوسروں سے زیادہ حقدار قرار دیتا ہے اس کا نام شفعہ تھا اس کا مطالبا کرنے والے کو شفیع یا شافع کہا جاتا تھا

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (احکام و مسائل)

۱۔ کسی بندے نے مشترکہ چیز میں سے اا پنا حصہ فروخت کر دیا تو دوسرے شریک کا یہ حق ہے کہ وہ چیز جس کے قبضے میں چلی جائے تو اسے اتنی ہی قیمت ادا کر کے اس سے وہ چیز حاصل کر لے۔

۲۔ لیکن مشترک چیز کا اا یک حصہ شریک کے علاوہ کسی اجنبی شخص نے خرید لیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ حصہ شافع (شفعہ کا مطالبہ کرنے والا) کو قیمت خرید پر فروخت کر دے کیوں کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

---

[87] صالح بن فوزان، فقہی احکام و مسائل، ناشر دارالسلام، ج۱، ص۹۸

قضى النبي ﷺ بالشُفْعة في كل ما لم يقسم، فإذاا وقعت الحدود، وصُرِّفَتِ الطرق؛ فلا شفعة۔[88]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکا فیصلہ یہ ہے کہ ہر اس چیز میں شفعہ کا حق ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو اگر حدود متعین ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائے تو شفعے کا حق باقی نہیں رہتا۔

۳۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر (مشترک چیز) فروخت کرے[89]

۴۔ اگر شفیع کو بیچتے وقت ہی اطلاع کر دی لیکن اس نے کہا کہ مجھے اس چیز کی ضرورت نہیں تو بعد از بیع وہ حق شفع کا مطالبہ نہیں کر سکتا یہی امام زفر کا تفر د ہے اور یہی حکمت شر عیہ کا تقاضہ ہے جس کا کوئی معارض نہیں اور اور یہی بات درست ہے۔[90]

۴۔ شفعہ شر عی حق ہے جس کا احترم واجب ہے اور اسے حیلا سازی سے ساقط کرنا کرانا حرام ہے کیوں کے اس کا مقصد شریک کو ضرر اور نقصان سے بچانا ہے جب کہ کے شفعہ کو ختم کرنے کے لئے لیے بہانہ سازی اس کے جائز حقوق پر تعدی اور ظلم ہے۔ حق شفع کو ساقط کرنے کا ایک حیلہ و بہانہ یہ بھی ہے کہ کوئی یہ دکھائے کہ اس نے فلاں کو اپنا حصہ ہبہ کر دیا جب کے حقیقت میں اس نے وہ زمین فروخت کی اہو۔اسی طرح ااسقاط شفع کی ایک صورت یہ ہے کہ چیز کی قیمت بظاہر ااس قدر بڑھا دی جائے کہ شریک کی قوت خرید سے باہر ہو

شیخ السلام ان تیمیہ فرماتے ہیں۔

" حق شفعہ کو ختم کرنے کے لیے حیلا کرنا ناجائز ہے الفاظ کی تبدیلی سے معاملے کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی "[91]

۵۔ اگر شفیع کو بیع کا علم ہو تو فوراً شفعہ کا مطالبہ کرنے سے اس کا حق ثابت اور قائم رہے گاااور اگر وہ شفعہ کا مطالبہ نہیں کرتا تو اس کا حق شفعہ ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اسے بیچنے کا علم نہ ہو تو اس کا حق شفع برقرار رہے گا اچاہے کتنے ہی برس بیت جائیں۔

٦۔ شفیع کو مشفوعہ جائیداد کی فروختگی کا علم ہو جائے تو اسی مجلس کے اختتام تک اگر اس نے طلب مواثبت نہ کی تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔اس کے بعد بلا تاخیر جتنی مدت میں طلب تقریر اور اشہاد ممکن ہو کیا جائے موقع ملنے کے باوجود

---

[88] صحیح البخاری، الشفعہ، باب الشفعۃ فیما لم یقسم، حدیث ۲۲۵۷

[89] صحیح مسلم، المساقاۃ، باب الشفعۃ، حدیث ۱۶۰۸

[90] ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن أبي بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ، إعلام الموقعین، دار الکتب العلمیۃ—بیروت، ج ۲، ص ۱۲۳

[91] ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، مجموع الفتاوی، ج ۳۰، ص ۳۸۶

طلب اشہاد نہ کرنے سے حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ طلب خصومت میں ایک ماہ تک تاخیر کی گنجائش ہے۔ بغیر کسی معقول عذر کے ایک ماہ سے زائد تاخیر کرنے سے مفتی بہ قول کے مطابق حق شفع ساقط ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اتنی مدت تک اپنے حق کے حصول سے غفلت اختیار کرنا حق چھوڑنے کے مترادف ہے نیز بلاوجہ اتنی تاخیر کرنا بسااوقات مشتری کی ایذارسانی کا سبب بنتا ہے ہاں اگر کسی عذر بیماری یا سفر سفر کی وجہ سے ایک ماہ سے زائد تاخیر ہو جائے تو اس سے حق شفع ساقط نہیں ہوتا تاہم عذر ثابت کرنا شفیع کی ذمہ داری ہے جیسا کہ شرح المجلہ میں ہے۔

يلزم في الشفعة ثلاث طلبات:وهي طلب المواثبة، وطلب التقرير، والإشهاد وطلب الخصومة[92]

امام زفر کے تفرد کی عمومی افادیت:

شفعہ عدل وانصاف کی عظیم اااور بہترین شکل ہے انسانی عقل و فطرت کے عین مطابق ہے اور بندوں کی مصلحتوں کے مطابق ہے

عصر حاضر میں مروجہ شفعہ:

شفعہ سے متعلقہ قوانین بہت مدتوں سے سے شریعت کے برخلاف چلے آرہے تھے مثال کے طور پر ان میں شرعی اعتبار سے ایک خامی یہ تھی کہ شرعا حق شفع ثابت ہونے کے لئے جو شرائط مقرر ہیں وہ مروجہ قوانین کے اندر میں موجود نہیں۔ شریعت نے شفعہ کا قانون ایسے ہیلئے وضع نہیں کیا تھا کہ لوگ اس کی بنیاد پر اپنی زمین اور جائیداد میں اضافہ کرتے رہیں بلکہ اس لیے تھا کہ کسی انسان خدشات سے محفوظ رہے اور ساتھ والے مالک کو اگر یہ خطرہ ہو کہ ساتھ والی زمین کا کوئی نیا خریدار یہاں آکر اسے نقصان یا ضرر پہنچائے گا تو وہ فورا شفعہ کا حق دائر کردے اسی خدشے کے دیکھتے ہوئے شریعت میں شفعے کے حق کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ اس کا حقدار خریداری کا علم ہوتے ہی بلاتاخر شفاء کا دعوی کرے مگر مروجہ قواانین میں یہ حق دیا گیا تھا کہ کوئی شخص ایک سال کے درمیان میں کسی بھی وقت دعوی کر سکتا ہے چنانچہ ااگر کوئی شخص کسی جائیداد کو بیچتا ہے تو خریدار کو سال بھر تک یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کوئی اس پر شفعہ کا دعوی کر رہا ہے یا نہیں پھر اس طرح بھی ہوتا کہ سال گزرنے سے ذرا تھوڑی دیر پہلے کوئی یہ دعوی کر دیتا تھااور پھر مقدمہ بازی میں دونوں کا وقت اور مال ودولت صرف ہوتا رہتا تھااور یوں سالوں زمین لٹکی رہتی اور یہ طے نہیں ہو پاتا تھا کہ آخر اس زمین کا اصل مالک کون ہے؟

---

[92] السلیم رستم باز، شرح المجلہ، ناشر المکتب الحلبیہ، ج۷، ص۵۷۷

اسی طرح شریعت کے اندر شفعہ کا حق اس بندے کو ہوتا ہے جو بیچی گئی زمین میں حصہ دار ہو یا اس کا پڑوسی ہوں مگر پنجاب اور کے پی کے کے قوانین کے اندر بعض اور لوگوں کو بھی شفعے کا حق دے دیا گیا تھا جو شرعی اعتبار سے بھہ درست نہیں ہے یہ ہی وہ حقدار تھے۔

بعض افراد نے قوانین حاضرہ کو وفاقی شرعی عدالت کے اندر چیلنج کیا اور آخر کار مورخہ 23فروری 1986 کو شفعے کے قانون سے متعلق عدالت نے درج ذیل حکم جاری کیا۔

''اس اعتبار سے سفارش یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک جامع مضبوط اور نیا قانون شفعہ اس فیصلے کے مطابق نافذ کر دیا جائے''۔

اکراہ کی بحث

فقہاء کی اصلاح میں ''اکراہ'' ایک ایسا کام جسے کوئی شخص دوسرے کے زبردستی یا مجبور کرنے پر کرے اور اس کام کرنے کے اندر اس کی کوئی رضامندی واختیار نہ ہو۔

یہاں پر اکراہ سے مراد وہ بیع ہے جو خریدار یا بیچنے والے کو زبردستی مجبور کر کے ناحق اور زور وزبردستی سے کروائی جائے ، خریدنے والے یا بیچنے والے کو اکرایا بیع پر آمادہ کرنا باعتبار شرعا، قانونا واخلاقا کسی لحاظ سے بھی صحیح وجائز بات نہیں، بے شک مجبور وقت کا حاکم ہی کیوں نہ کرے۔اگر کسی پر زبردستی کی گئی اور اسے مجبور اکیا جائے کہ کچھ خریدے یا اسے اس کا سامان بیچنے پر مجبور کیا جائے تو ایسا کرنے سے یہ بیع شرعا باطل وفاسد ہو گی اور اس پر کوئی موئثر نتائج نہیں ہوں گے۔

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (احکام ومسائل)

ا۔اگر رضامندی نہ ہو تو ایک دوسرے کا مال کھانا جائز نہیں۔کیونکہ سودا باہمی رضامندی سے ہی ہوتا ہے۔نیز یہ اس لئے بھی درست نہیں کہ یہ ایک ایسا قول ہے جس پر وہ شخص ناحق مجبور کیا گیا ہے۔جس طرح جبر کے تحت مسلمام سے کہلوایا گیا کلمہ کفر درست نہیں اسی طرح بیع (جبر کے تحت) درست نہیں [93]

۲۔امام زفر کے مطابق یہ معاہدہ جبر ختم ہونے کے بعد آزادانہ مرضی کی حالت میں اس شخص کی منظوری پر موقوف ہے۔

---

[93] المجموع،ج۹،ص۱۵۸

باب دوم

خرید و فروخت (بیوعات) میں امام زفرؒ کے تفردات

فصل اول: بیوعات میں امام زفر کے تفردات کا تجزیہ

فصل ثانی: بیوعات میں امام زفر کے تفردات اور ان کی عصری معنویت

فصل اول: بیوعات میں امام زفر کے تفردات کا تجزیہ

(خرید وفروخت/بیوعات کے معاملات)

بیع کی لغوی معنی: لفظ مبیع اضداد میں سے ہے یعنی لغت میں بیع کا لفظ اخراج الشئی عن الملک بمال اور ادخال الشئی فی الملک بمال پر بولا جا تا ہے۔یعنی مال کے عوض کسی چیز کو ملک سے نکالنے پر بھی بولا جاتا ہے اور مال کے عوض کسی چیز کو ملک کے اندر داخل کرنے پر بھی بولا تا جاتا ہے اور مال کے عوض کسی چیز کو ملک کے اندر داخل کر نے پر بھی بولا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ لفظ بیع کے معنی بیچنے کے بھی آتے ہیں اور خریدنے کے معنی بھی آتے ہیں ۔حدیث: اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم [94]میں معنی اول بیناہی مراد ہیں اور حدیث: لا یبع احدکم علی بیع اخیہ [95]میں معنی ثانی خریدنا مراد ہیں۔یعنی تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کے خریدنے کی صورت میں نہ خریدے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کوئی چیز خریدنے کے ارادہ سے بھاؤ کرتا ہے تو تم اس کو خریدنے کا ارادہ سے درمیان میں مت گھسو۔دیکھئے یہاں جمع بمعنی شراء استعمال کیا گیا۔

اسی طرح لفظ شراء اور اشتراء اضداد میں سے ہے۔یعنی یہ لفظ بھی بیچنے اور خریدنے کے معنی میں مشترک ہے۔ مثلاً بئسما اشتروا بہ انفسھم» [96]میں لفظ اشتراء بیچنے کے معنی میں مستقل ہے یعنی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو۔اور لبئس ماشروا بہ انفسھم [97] میں بھی اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔یعنی اور بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو۔

بیع کی تعریف:۔ شریعت کی اصطلاح میں ”بیع ‘‘ مبادلة المال بالمال بالتراضی بطریق التجارة [98] کو کہتے ہیں یعنی باہمی رضامندی سے تجارت کے طریقہ پر مال کو مال کے بدلے میں لینا۔۔ مبادلت المال کی قید سے اجارہ اور نکاح خارج ہوگئے کیونکہ اجارہ میں مبادلتہ المال بالمنافع ہوتا ہے اور نکاح میں مبادلیۃ المال بالبضع ہوتا ہے اور بالتراضی کی قید

---

[94] سنن ابي داود، کتاب البیوع، حدیث: 3350

[95] صحيح البخاري کتاب البیوع باب لایبیع علی بیع أخیہ، ولایسوم علی سوم أخیہ، حتی یأذن لہ أو یترک حدیث رقم 2139

[96] القرآن، البقرہ، ۱۱،۱

[97] القرآن، البقرہ ۱، ۱۳

[98] **فتاوی ہندیہ، کتاب البیوع، الباب الاول فی تعریف البیع ورکنہ وشرطہ وحکمہ وانواعہ ط: دار الفکر جلد ۳ ص: ۲**

سے مکرہ کی بیع خارج ہو گئی ہے کیونکہ مقصود بیع نافذ کو بیان کرنا ہے اور مبادلہ بلا تراضی بیع شری نہیں ہوتا۔ چنانچہ باری تعالی کا ارشاد ہے: یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[99] بطریق التجارۃ کی قید سے ہبہ بشرط العوض خارج ہو گیا ہے کیونکہ یہ بشرط العوض میں بھی مبادلۃ المال بالمال ہوتا ہے۔ مگر بطریق التجارۃ نہیں ہوتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ تعریف میں مبادلہ سے مراد تملیک ہے یعنی مال کے بدلے میں مالک کا مالک کر دینا۔ بیع کا مشروع ہونا قرآن حدیث اور اجماع تینوں سے ثابت ہے۔

قرآن مثلا: یایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم الباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ باہمی رضامندی سے بیع شراء جائز اور مشروع ہے۔ دوسری آیت احل اللہ البیع و حرم الربوا[100] حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے بیع کو اور حرام کیا ہے سود کو یہ آیت بھی جواز بیع پر دلالت کرتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں بیع کے احکام:

عن قیس بن ابي غرزۃ قال کنا في عھد رسول اللہ ﷺ نسمی السماسرۃ فمر بنا النبي ﷺ فسمانا باسم ھو احسن منه فقال یا معشر التجار ان البیع یحضرۃ اللغو والحلف فشر بوہ بالصدقۃ[101]، قیس بن ابی فرزو تے روایت ہے کہ ہمارا یعنی گروہ تجار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کا سماسرہ نام تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارہ نام پہلے نام سے بہتر رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معشر تجار! یعنی سوداگروں کے گروہ بیع میں لغو اور قسم دونوں موجود ہوتے ہیں۔ اس لیے تم اپنی بیعوں کو صدقہ سے ملا دو۔ مطلب یہ ہے کہ بیع اور شراء کے مقدمات میں اکثر لغو اور بے فائدہ قسم وغیرہ کا اتفاق پڑتا ہے تو اس کے کفارہ کے لیے کچھ اللہ کے لئے صدقہ دیا کرو۔ عن ابي سعید عن النبي ﷺ قال التاجر الصدوق الأمین مع النبین

---

[99] القرآن، النساء، ١٢٦

[100] القرآن، البقرۃ، ٢٨٦

[101] مسند أحمد مسند المدنیین حدیث قیس بن أبي غرزۃ حدیث رقم: 16139

ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے روز) نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ ترمذی ج ا ص ۲۲۹ ((عن اسمعیل بن عبید بن رفاعه عن أبيه عن جنده انه خرج مع النبي إلى المصلى فرأى الناس يتبايعون فقال يا معشر التجار فاستجابوا الرسول الله ﷺ ورفعوا اعافهم وابصارهم اليه فقال ان التجار يغون يوم القيمامة فجارا الا من القى الله و برو صدق[103] والصدقين والشهدا[102] حضرت رفاعہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عید گاہ کی طرف سے نکلا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ خرید و فروخت کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے تاجروں کے گروہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے لگئے اور اپنی گردنیں اور آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجر قیامت کے دن فاجز نافرمان گنہگار اٹھائے جائیں گے۔ مگر وہ جو اللہ سے ڈرا اور نیکی کی اور سچ بولتا رہا۔ ان روایات ثلاثہ میں سے پہلی روایت میں تاجروں کو صدقہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور دوسری اور تیسری روایت میں سچے اور دیانت دار تاجر کی منقبت اور ستائش کی گئی ہے۔ تینوں روایات تجارت اور بیع کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ اجماع بھی جواز پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عہد رسالت سے لے کر آج تک تمام مسلمان جواز بیع پر متفق چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ ارباب سیر نے تحریر کیا ہے کہ نبوت سے پندرہ سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین خدایہ الکبری رضی اللہ عنہا کے واسطے تجارت فرمائی ہے اور اکابر صحابہ مثلاً صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی عباس عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے تجارت کی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ غلہ کے تاجر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کپڑے اور کھجور کی تجارت کرتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ عطر فروش تھے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ گھی اور پنیر کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ علماء احناف نے فرمایا کہ جہاد کے بعد سب سے بہتر کمائی تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صنعت و حرفت ہے۔

بیع کی مختلف اعتبار سے اقسام:

بیع کی ذات کے اعتبار سے اقسام:

بیع کی اس کی ذات کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں :

---

[102] ترمذی ج ا ص ۲۲۹

[103] ترمذی ج ا ص: ۲۳۰

۱) بیع نافذ

۲) بیع موقوف

۳) بیع فاسد

۴) بیع باطل۔

مبیع کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں:

۱)بیع مطلق یعنی بیع العین بالثمن

۲)بیع مقائضہ یعنی بیع العین بالعین

۳) بیع صرف یعنی بیع الثمن بالثمن

۴) بیع سلم یعنی بیع الدین بالعین ۔

اور ثمن کے اعتبار سے بھی چار قسمیں ہیں :

۱) بیع مرابحہ یعنی ثمن اول سے زائد کے عوض بیچنا

۲) بیع تولیہ یعنی ثمن اول کے عوض بیچنا

۳) بیع وضیعہ یعنی ثمن اول سے کم کے عوض بیچنا

۴) بیع مساومہ یعنی اس ثمن کے عوض بیچنا جس پر ناقدین اتفاق کر لیں۔

خیار الرؤیۃ

مکان پلازہ وغیرہ کے صحن سے دیکھ کر خرید کی تو رویت کی کیا صورت ہو گی؟

احناف کا مسلک:

اگر کسی شخص نے مکان کا صحن تو دیکھ لیا مگر اس کی کوٹریوں کو نہیں دیکھا یا مکان کو باہر سے دیکھ لیا یا باغ کے درختوں کو باہر سے دیکھ لیا اور پھر خریدا تو مشتری کے واسطے خیار رویت نہ ہوگا کیونکہ مکان یا باغ کے ہر ہر جز کو دیکھنا تو متعذر ہے اس لئے مقصود کی رویت کو کل کے قائم مقام قرار دے کر خیار رویت ساقط کر دیا جائے گا۔

امام زفر کا تفرد:

حضرت امام زفر نے فرمایاہے کہ مکان خریدنے کی صورت میں خیار رویت ساقط کرنے کے لئے تمام کمروں اور کوٹھریوں میں داخل ہونا ضروری ہے۔ صرف باہر سے دیکھ لینا یا صرف صحن دیکھ کر رؤیت ساقط نہیں ہوگی۔[104]

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ قدوری میں جو مذکور ہے وہ عمارتوں کے سلسلہ میں اہل کوفہ اور اہل بغداد کی عادت کے مطابق دیا گیا ہے کیونکہ اس زمانہ میں ان کے مکان متفاوت نہیں ہوتے تھے جیسے باہر سے ہوتے تھے ویسے ہی اندر سے ہوتے تھے لیکن آج کل جو مکان بنائے جاتے ہیں ان کے اندر اور باہر کے حصہ میں مالیت کے اعتبار سے بہت بڑا تفاوت ہوتا ہے اس لئے باہر کا حصہ دیکھ لینے سے اندر کا علم نہیں ہوگا اور جب باہر کا حصہ دیکھنے سے اندر کا علم نہیں ہوتا تو کمروں کے اندر داخل ہو کر ہر ہر کمرہ کا دیکھنا ضروری ہوگا حاصل یہ کہ آج کل امام زفر کے قول پر فتوی ہے۔

خیار شرط

تعریف:۔ بیع کی ایک قسم لازم اور دوسری قسم غیر لازم ہے۔ بیع لازم یعنی جس میں کسی قسم کا کوئی خیار نہ ہو۔ اور غیر لازم وہ قسم ہے جس میں خیار حاصل ہو۔

خیار شرط کی مدت:

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر خیار شرط کی مدت کے حوالے سے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ حدیث میں خیار کی مہلت تین دن تک کی آئی ہے لھذا خیار کی مدت صرف تین دن تک ہوگی۔ اور خیار ہر ایک فریق کو حاصل ہوگا۔[105]

احناف کا مسلک:۔

---

[104] علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين، الهداية في شرح بداية المبتدي، الناشر دار احياء التراث، ج٣، ص٣٥

[105] الهداية في شرح بداية المبتدي، الناشر دار احياء التراث، ج٣، ص٢٩

امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ خیار کی معلوم مدت کا ذکر کر کے جتنے دن کا بھی خیار ہو وہ جائز ہے۔ لیکن مدت معلوم کا تذکرہ ضروری ہے۔

عقد بیع میں اقالہ کی شرط لگانے کا حکم:

اقالہ فسخ بیع بالتراضی کا نام ہے۔ یعنی باہمی رضامندی سے بیع فسخ کرنے کا نام اقالہ ہے۔ اور اگر اقالہ کسی شرط سے مشروط ہو تو اس صورت میں اقالہ فاسد ہو گا،

کوئی شخص اس بات کا خیار لے کہ اگر میں تین دن تک ثمن ادا نہ کر سکا تو یہ بیع نہ ہو گی۔ اس صورت میں بیع صحیح تصور کی جائے گی یا نہیں۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک کوئی شخص (اقالہ) اس بات کا خیار لے کہ اگر میں تین دن تک ثمن ادا نہ کر سکا تو یہ بیع نہ ہو گی۔ یہ خیار اور بیع اقالہ درست نہیں ہے۔ ایسی بیع ناجائز ہے۔[106]

احناف کا مسلک:۔

کوئی شخص (اقالہ) اس بات کا خیار لے کہ اگر میں تین دن تک ثمن ادا نہ کر سکا تو یہ بیع نہ ہو گی۔ یہ خیار اور بیع اقالہ درست ہے۔ ایسی بیع جائز ہے۔

ان حضرات نے خیار نقد کو خیار شرط پر قیاس کیا ہے۔ اور دونوں کے درمیان علت مشترکہ حاجت اور ضرورت ہے۔ یعنی جس طرح دھوکے اور خسارہ کو دور کرنے کے لئے غور و فکر کرنے کی ضرورت کے پیش نظر خیار شرط مشروع کیا گیا ہے۔ اسی طرح خیار نقد کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔

مشتری کا کسی دوسرے شخص کے لئے خیار شرط بیع کے نفاذ اور فسخ کا اختیار لینا:

[106] الهداية في شرح بداية المبتدي، الناشر دار احياء التراث، ج۳، ص ۳۰

مسئلہ یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور تین دن کے خیار کی شرط اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لئے کی تو مشتری اور وہ غیر دونوں میں سے جس نے بیع کی اجازت دے دی تو کیا بیع جائز ہو جائے گی۔ اور جس نے بیع کو فسخ کیا تو کیا بیع فسخ ہو جائے گی؟

حاصل یہ ہے کہ خیار شرط مشتری اور اس کے غیر دونوں کے لئے ثابت ہوگا؟ اور اپنے خیار کے تحت دونوں میں سے ہر ایک کو تصرف کا اختیار ہے؟

امام زفر کا تفرد:

امام زفرؒ فرماتے ہیں غیر عاقد کے لیئے خیار کی شرط لگانا جائز نہیں ہیں۔ اور نہ ہی غیر عاقد کو تصرف کا حق حاصل ہے۔ اور یہ قیاس کے بھی خلاف ہے۔ وجہ قیاس یہ ہے کہ عقد بیع میں جب خیار کی شرط لگا دی گئی تو خیار عقد بیع کے لوازم اور اس کے احکام میں سے ہو گیا اور جو چیز عقد بیع کے لوازم اور احکام میں سے ہو اس کی غیر عاقد پر شر لگانا جائز نہیں ہوتا جیسا کہ غیر مشتری پر ثمن کی شرط لگا نا جائز نہیں ہے پس اسی طرح غیر عاقد کے واسطے خیار کی شرط لگانا بھی جائز نہ ہوگا۔[107]

احناف کا مسلک:

دونوں میں سے جس نے بیع کی اجازت دے دی بیع جائز ہو جائے گی۔ اور جس نے بیع کو فسخ کیا بیع فسخ ہو جائے گی

خیار شرط مشتری اور غیر عاقد دونوں کے لیئے ثابت ہوگا۔ اور دونوں تصرف بھی کر سکتے ہیں۔

ایک کپڑے کی قیمت متعین ہونے کے بعد ایک سے زائد کپڑوں میں خیار:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کپڑا دس درہم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ تین دن کے اندر اندر ان کپڑوں میں سے ایک کپڑا متعین کرے گا تو کیا یہ بیع جائز ہے؟

امام زفر کا تفرد:

[107] أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى، البناية شرح الهداية، الناشر دار الكتب العلمية، ج۸، ص۷۰

امام زفر فرماتے ہیں دو اور تین کپڑوں کے خیار کی صورت میں بیع فاسد ہے کیونکہ بیع فقط ایک کپڑا ہے اور وہ متعین نہ ہونے کی وجہ سے مجہول ہے اور مجہول بھی ایسا جو مفضی الی المنازعہ ہے کیونکہ کپڑے مالیت کے اعتبار سے متفاوت ہوتے ہیں اور چونکہ بیع کا مجہول ہونا مفسد بیع ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں بیع فاسد ہے[108]

احناف کا مسلک:

اگر ایک شخص نے دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کپڑا دس درہم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ تین دن کے اندر اندر ان کپڑوں میں سے ایک کپڑا متعین کرے گا تو یہ بیع جائز ہے۔ اور اگر چار کپڑوں میں سے ایک کپڑا اس شرط کے ساتھ خریدا تو یہ بیع فاسد ہے۔

خیار عیب

اگر کسی نے دو غلام ایک عقد کے تحت خرید ے ان دونوں میں سے ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے میں کوئی عیب پایا تو دونوں غلاموں کو لے لے یا دونوں کو واپس کر دے

احناف کا مسلک:

اگر بائع نے مبیع کو اپنے پاس اس لیے روک لیا کہ مشتری جب ثمن ادا کرے گا میں مبیع سپر دکر دوں گا۔پس بائع کا یہ حق اس وقت تک زائل نہیں ہوگا جب تک کہ مشتری پورا ثمن ادا نہ کرے چنانچہ مشتری نے اگر کچھ ثمن ادا کیا تو بھی بائع کو مبیع رو کنے کا حق حاصل ہے کیونکہ ثمن پورے عوض کا نام ہے نہ کہ بعض عوض کا اسی طرح مبیع بھی پورے معوض کا نام ہے نہ کہ بعض معوض کا اور اگر مشتری نے دونوں غلاموں پر قبضہ کر لیا پھران میں سے ایک میں عیب پایا تو یہ فقط عیب کو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہے۔

امام زفر کا تفرد:

---

[108] البنایۃ شرح الھدایۃ،ج۸،ص۴۷

امام زفر فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی دونوں غلام واپس کرے یا دونوں کو لے خاص طور سے ایک کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

امام زفر دلیل یہ دیتےہیں کہ اس صورت میں تفریق صفقہ ہے اگر چہ بعد التمام ہے اور اس میں بائع کا ضرر ہے کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ جید کے ساتھ ردی کو ملا کر فروخت کرتے ہیں پس اگر مشتری کو ایک غلام واپس کرنے کی اجازت دے دی گئی تو بائع کا نقصان ہوگا با یں طور سہ مشتری نے جو غلام واپس کیا وہ ردی ہو اور جید کو اپنے پاس روک لیا ہو تو بائع کے لئے تنہا اس ردی غلام کو بیچنا دشوار ہو گا پس بائع سے ضرر دور کرنے کے واسطے فقط معیب غلام کو واپس کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور یہ مابعد القبض کی صورت ماقبل القبض کے مشابہ ہوگئی اور ان دونوں کے درمیان جامع دفع ضرر ہے یعنی جس طرح قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے ضرر دور کرنے کے لئے فقط غلام معیب کو واپس کرنے کی اجازت نہیں ہے۔[109]

بائع نے غلام بیچتے وقت ہر عیب سے برات کا اعلان کیا تو مشتری کے لئیے کیا حکم ہے؟

دوران بیع اگر بائع کی طرف سے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ میں ہر عیب سے برات کا اعلان کرتاہوں۔ تو اس صورت میں مشتری کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق نہیں ہو گا۔ اس پر ائمہ احناف اور امام زفر متفق ہیں۔

لیکن بیع کے بعد اور قبضہ سے پہلے اگر مبیع میں کوئی عیب پیدا ہوا اس صورت میں آیا واپسی قبول ہو گی یا نہیں؟

احناف کا مسلک:۔ اس برات میں یعنی بائع کے ہر عیب سے برات طلب کرنے کی صورت میں وہ عیب بھی داخل ہو گا جو عقد بیع کے وقت مبیع میں موجود ہے اور وہ عیب بھی داخل ہو گا جو عقد بیع کے بعد قبضہ کر نے سے پہلے پیدا ہوا ہے یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام ابو یوسف کی ایک روایت ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

اور امام زفرنے فرمایا ہے کہ جو عیب عقد بیع کے بعد اور قبضہ سے پہلے پیدا ہوا ہو وہ اس برأت میں داخل نہ ہو گا یعنی اس عیب کی وجہ سے مشتری کو خیار عیب حاصل ہو گا۔

---

[109] زین الدین بن ابراهیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصري، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، الناشر دار الکتاب الإسلامی، ج ٦، ص ٢٣

وہ فرماتے ہیں کہ برات ایسی چیز کو شامل ہوتی ہے جو ثابت ہو اور ثابت وہ عیب ہوتا ہے جو بیع کے وقت موجود ہو اس لئے برات فقط اس عیب کو شامل ہو گی جو عقد بیع کے وقت موجود تھا اور جو عیب بیع کے بعد اور

قبضہ سے پہلے پیدا ہوا ہے وہ شامل نہیں ہے۔[110]

بیع فاسد

بیع صحیح کے ساتھ بیع فاسد کی بھی چار ہی اقسام ہیں۔ بیع، باطل، بیع فاسد، بیع موقوف، بیع مکروہ

ہم یہاں صرف بیع فاسد سے متعلق تفردات کی تحقیق کرنے کی کوشش کریں گے۔

بیع فاسد:۔ بیع فاسد وہ ہے جو ذات کے اعتبار سے مشروع ہو لیکن وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو جیسے غیر مقدور التسلیم کی بیع یعنی ایسی چیز کو فروخت کرنا جس کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو جیسا کہ بھاگا ہوا غلام، یا ناپید چیز، مقتضی عقد کے خلاف شرط کرنا

مجہول میعاد تک کی بیع کرنا اور پھر وقت کا تعین کر دینا:۔

مسلک احناف:۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اوقات میں سے کسی ایک وقت کو میعاد بنا کر کوئی سامان فروخت کیا مثلا اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ ثمن نو روز کے دن یا حاجیوں کے آنے کے وقت ادا کر دینا مشتری نے اس کو منظور کر لیا پھر اس مشروط وقت کے آنے سے پہلے بائع اور مشتری دونوں اس مشروط میعاد کو ساقط کرنے پر راضی ہو گئے تو یہ بیع جائز ہو جائے گی۔

امام زفر کا تفرد:۔ حضرت امام زفر کے نزدیک کسی ایک وقت کو میعاد بنا کر کوئی سامان فروخت کیا مثلا اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ ثمن نو روز کے دن ادا کر دینا مشتری نے اس کو منظور کر لیا پھر اس مشروط وقت کے آنے سے پہلے بائع اور مشتری اس مشروط میعاد کو ساقط کرنے پر راضی ہو گئے تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔[111]

---

[110] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج۸، ص۱۳۸

[111] محمد بن محمد بن محمود، أکمل الدین أبو عبد اللہ ابن الشیخ شمس الدین ابن الشیخ جمال الدین الرومی البابرتي، العنایۃ شرح الھدایۃ، ناشر دار الفکر، ج۶، ص۲۵۵

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ جو عقد ایک مرتبہ فاسد ہو کر منعقد ہوتا ہے وہ بدل کر جائز نہیں ہوتا پس جب شرط فاسد کی وجہ سے بیع فاسد ہو گئی تو اب یہ عقد بدل کر جائز نہ ہوگا اگر چہ اس شرط فاسد کو ساقط کر دیا گیا۔

متعین دراھم ودنانیر کی بیع کے بعد مشتری دوسرے دراھم دے تو بیع ہو جائے گی؟

احناف کا مسلک:۔ اگر کسی نے کوئی چیز متعینہ دراہم کے عوض خریدی پھر مشتری نے ان متعینہ دراہم کے علاوہ دوسرے دراہم دینا چاہا تو بائع کے لئے انکار کی گنجائش نہیں ہے بلکہ بائع کو انہیں دراہم کے لینے پر مجبور کیا جائے گا جو دراہم مشتری بائع کو دینا چاہتا ہے یہ مذہب احناف میں سے ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام ابو محمد کا ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔ امام زفر کے نزدیک درا ہم و دنانیر بھی متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں چنانچہ اگر عقد بیع میں درا ہم متعینہ کو ثمن بنایا گیا اور بائع کو ان کے علاوہ دیئے گئے تو امام زفر کے نزدیک بائع ان کو لینے سے انکار کر سکتا ہے اور اگر درا ہم متعینہ ہلاک ہو گئے تو امام زفر کے نزد یک بیع باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ مبیع معین ہلاک ہونے کی صورت میں بیع باطل ہو جاتی ہے[112]

مرابحہ اور تولیہ

رب المال اور مضارب کا آپس میں عقد اور مرابحہ کی صورت

مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے کو بیع مضاربت کرنے کے لئے دس روپے دیئے اور آدھے آدھے نفع کی شرط کی یعنی جس قدر نفع ہوگا وہ رب المال اور مضارب دونوں کے درمیان مشترک ہوگا نصف رب المال کا اور نصف مضارب کا ہوگا پس مضارب نے ان دس روپوں کا کپڑا خرید کر رب المال کے ہاتھ پندرہ روپے میں فروخت کر دیا اب رب المال اگر اس کپڑے کو بیع مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو ساڑھے بارہ روپوں پر مرابحہ کرے گا یا پندرہ روپے پر مرابحہ کرے گا۔

احناف کا مسلک:۔

احناف کے نزدیک وہ پندرہ رپوں پر رب المال مرابحہ کر سکتا ہے۔ یہ جائز ہے۔

---

[112] الھدایۃ، کتاب البیوع، باب خیار العیب، ج:5، ص:133

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک پندرہ رپوں پر رب المال کا مرابحہ کرنا جائز نہیں ہے۔ایک صورت میں یہ مرابحہ جائز ہے۔ یعنی رب المال یہ کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو ساڑھے بارہ روپے میں پڑا ہے اور میں اس پر اس قدر نفع لوں گا دلیل یہ ہے کہ بیع مرابحہ کا بنی خیانت اور شبہ خیانت سے بچنے پر ہے اور رب المال کے اس کپڑے کو پندرہ روپے پر مرابحہ کر کے فروخت کرنے میں شبہ خیانت موجود ہے کیونکہ مال مضارب میں اگر کچھ نفع حاصل ہو گیا ہوتو مضارب کا رب المال کے ہاتھ اور رب المال کا مضارب کے ہاتھ بیچنا بالاتفاق جائز ہے اور اگر کچھ نفع حاصل نہ ہوا ہو تو مضارب کا رب المال کے ہاتھ اور رب المال کا مضارب کے ہاتھ بیچنا امام زفر کے نزدیک نا جائز ہے۔[113]

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ بیع مبادلۃ المال بالمال کا نام ہے اور یہ اس وقت متحقق ہو گا جب کہ آدمی اپنے مال کا تبادلہ دوسرے کے مال سے کرے اور اگر اپنے مال سے اپنے ہی مال کا مبادلہ کیا تو بیع متحقق نہ ہوگی اور یہاں یہی صورت ہے کیونکہ جب مضارب نے دس روپے کا تھان خرید کر رب المال کے ہاتھ بیچا تو گو یا رب المال نے اپنا مال اپنے مال کے عوض خریدا اس لئے کہ تھان بھی رب المال کا مال ہے اور پندرہ روپے جن کے عوض خریدا ہے وہ بھی رب المال کا مال ہے اس مضارب اور رب المال کے درمیان میں بیع موجود نہ ہو گی۔

اگر کسی نے کوئی چیز (باندی) خریدی اور اپنے تصرف یا آسمانی آفت سے عیب دار ہوئی تو یہ عیب عقد مرابحہ میں بیان کیا جائے گا یا نہیں

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک صحیح سالم باندی خریدی پھر وہ باندی کسی آسمانی آفت سے یا اپنے کسی فعل سے یا خود بخود کانی ہوگئی یعنی اس کی ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی تو مشتری اگر اس باندی کو مرابحۃ بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے؟ یا اس پر یہ بیان کرنا بھی واجب ہے کہ باندی صحیح سالم تھی میرے پاس آ کر کانی ہوئی ہے؟

احناف کا مسلک:۔

---

[113] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج٦، ص٥٠٦

احناف کے نزدیک بغیر عیب بیان کیئے وہ اس باندی کو مرابحۃً بیچ سکتا ہے اس پر عیب بیان کرنا واجب نہیں ہے۔ احناف کا موقف یہ ہے کہ بیع کا سلیم اور معیب ہونا اوصاف میں سے ہے اور اوصاف ذات کے تابع ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا بلکہ اصل اور ذات کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے اور اصل شے یعنی باندی موجود ہے تو وصف سلامت فوت ہونے سے ثمن کا کوئی حصہ کم نہیں کیا جائے گا اور جب ثمن کا کوئی حصہ کم نہیں کیا گیا تو مشتری بغیر بیان کئے پورے ثمن پر مرابحہ کر سکتا ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک بغیر عیب بیان کیئے وہ اس باندی کو مرابحہ کے طور پر نہیں بیچ سکتا ہے اس پر عیب بیان کرنا واجب ہے

امام زفر کے نزدیک اس لئے ضروری ہے کہ اگر مشتری ثانی کو یہ معلوم ہوا کہ مشتری اول نے اس کو عیب کے ساتھ خریدا ہے اور جو ثمن ذکر کیا ہے اس کے عوض خریدا ہے تو مشتری اول کے لئے اس ثمن پر نفع لینا جائز نہیں جب تک کہ وہ عیب دار ہونے کے بعد متعین نہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زفر کے نزدیک مرابحہ بیچنے کے لئے اس تفصیل کا بیان کرنا ضروری ہے۔[114]

عقد مکمل ہونے کے بعد مشتری یا بائع باہمی رضامندی کے ساتھ عقد میں کمی زیادتی کریں:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر مشتری بائع کے لیے ثمن میں کچھ اضافہ کر دے تو جائز ہے ؟ مثلاً ایک چیز ایک سو روپے میں خریدی پھر مشتری نے دس روپے کا اضافہ کر دیا تو یہ اضافہ کرنا جائز ہے؟ اس طرح اگر بائع مبیع میں اضافہ کر دے یا ثمن میں سے کچھ کم کر دے تو بھی جائز ہے ؟ مثلاً ایک شخص نے ایک سو روپیے کے عوض ایک من گندم فروخت کیا پھر اس میں دس کلو گندم کا اضافہ کر دیا یا ایک سو روپیے ثمن میں سے کم کر دیئے تو جائز ہے؟

احناف کا مسلک:۔

---

[114] أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين، **البناية شرح الهداية** الناشر: دار الكتب العلمية، ج۸، ص۱۱۹

اگر مشتری بائع کے لیے ثمن میں کچھ اضافہ کر دے تو جائز ہے مثلاً ایک چیز ایک سو روپے میں خریدی پھر مشتری نے دس روپے کا اضافہ کر دیا تو یہ اضافہ کرنا جائز ہے اس طرح اگر بائع مبیع میں اضافہ کر دے یا ثمن میں سے کچھ کم کر دے تو بھی جائز ہے مثلاً ایک شخص نے ایک سوروپے کے عوض ایک من گندم فروخت کیا پھر اس میں دس کلو گندم کا اضافہ کر دیا یا ایک سوروپے ثمن میں سے کم کر دیئے تو جائز ہے

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک زیادتی کو اصل عقد کے ساتھ ملا کر اعتبار کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ ثمن کے اندر زیادتی کرنا مشتری کی طرف سے ابتداء احسان کرنا اور ہبہ کرنا ہو گا یعنی عقد بیع کے بعد گو یا از سرنو احسان کیا گیا ہے اور مشتری کی طرف سے بائع کے لیے ہبہ کیا گیا ہے اور صحت ہبہ کے لیے چونکہ قبضہ شرط ہے اس لیے مقدار زائد پر جب بائع کا قبضہ ہو جائے گا تب یہ ہبہ تام ہوگا اور اگر مبیع کے اندر کچھ زیادہ کیا گیا تو یہ بائع کی طرف سے ابتداء ہبہ ہوگا اور اگر بائع نے ثمن میں سے کچھ کم کر دیا تو یہ بائع کی طرف سے مشتری کو ثمن کے ایک حصہ سے بری کر دینا ہوگا۔ چنانچہ مشتری اگر اس کو رد کر دے تو رد ہو جائے گا یعنی اگر مشتری ثمن کے کم کرنے کو قبول نہ کرے بلکہ اس کو واپس کر دے تو بائع کے کم کرنے سے کم نہ ہوگا۔بہر حال ان کے نزدیک زیادتی اور کمی اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوتی بلکہ زیادتی از سرنو احسان اور ہبہ ہے اور کم کرنا ثمن کی ایک مقدار سے بری کرنا ہے۔[115]

اگر کوئی چیز نقد ثمن کے بدلے فروخت کرنا طے پائی پھر ایک میعاد معلوم مقرر کی تو ثمن ادھار ہو جائے گا:۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کوئی چیز نقد ثمن کے عوض فروخت کی پھر بائع نے ثمن ادا کرنے کے لیے ایک میعاد مقرر کی۔اگر میعاد معلوم ہے تو یہ میعاد مقرر کرنا جائز ہے یاناجائز؟

امام زفر کا تفرد:۔

---

115 البنایۃ شرح الھدایۃ،ج۸،ص۲۵۵

امام زفر نے فرمایا ہے کہ میعاد مقرر کرنے کے بعد اگرچہ میعاد معلوم بھی ہو یہ ثمن ادھار تصور نہیں کیا جائے گا۔

چنانچہ ان کے نزدیک میعاد معلوم مقرر کرنے کے باوجود بائع فی الحال ثمن کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے ثمن مشتری کے ذمہ میں دین ہوتا ہے اور دین قرض پر قیاس کیا گیا ہے یعنی جس طرح قرض میعاد مقرر کرنے کے باوجود مؤجل نہیں ہوتا اس طرح دین بھی مو جل نہیں ہو گا۔[116]

احناف کا مسلک:۔

اگر کسی آدی نے کوئی چیز نقد ثمن کے عوض فروخت کی پھر بائع نے ثمن ادا کرنے کے لیے ایک میعاد مقرر کی۔اگر میعاد معلوم ہے تو یہ میعاد مقرر کرنا جائز ہے۔

بیع سلم

تعریف:۔

معدودات متقاربہ کی بیع سلم باعتبار عدداًاور کیلا

امام زفر کا تفرد:۔

حضرت امام زفر فرماتے ہیں کہ معدادات متقاربہ میں شمار کر کے بیع سلم کرنا تو جائز ہے لیکن کیل کر کے جائز نہیں۔کیونکہ معدودات کے قبیلہ سے جو چیزیں ہیں وہ سب عددی ہیں کیلی نہیں ہیں۔اور جو چیزیں کیلی نہ ہوں ان کی بیع سلم کیل کے ذریعے کس طرح درست ہو سکتی ہے۔پس ثابت ہوا کے معدودات متقاربہ کی بیع سلم کیل کر کے ناجائز ہے[117]

احناف کا مسلک:۔

معدادات متقاربہ کو شمار کر کے بیع سلم کرنا بھی جائز ہے اور کیل کر کے بھی جائز ہے۔

خیار شرط اور بیع سلم

---

[116] العناية شرح الهداية، ج٦، ص ٥٢٣

[117] الهداية في شرح بداية المبتدي، ج٣، ص ٧١

احناف کامسلک:۔

عقد سلم میں عاقدین میں سے کسی ایک کے واسطے خیار شرط ہواور پھر مجلس سے جدا ہونے سے پہلے اس نے خیار کو ساقط کر دیااور راس المال مسلم الیہ کے پاس موجود ہو تو احناف کے نزدیک یہ عقد سلم صحیح ہو گا۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک راس المال موجود ہونے کی صورت میں بھیا گر خیار ساقط کر دیا تو عقد سلم صحیح نہیں ہو گا۔

عقد سلم میں کچھ دَین اور کچھ نقد کی بیع:۔

مسلک احناف:۔

ایک شخص نے ایک کر گندم میں دوسو درہم کا عقد سلم کیا۔ان میں سے ایک سودرہم تو مسلم الیہ پر قرضہ ہیں اور ایک سو درہم نقد ادا کئے تو حصہ دین یعنی ایک سو درہم کی بیع سلم باطل ہو جائے گی اور حصہ نقد یعنی ایک سو درہم کی بیع سلم درست ہو جائے گی۔خواہ ان دوسو درا ہم کو مطلق رکھا ہو یا ایک سو دراہم کو دین اور ایک درا ہم کونقد کی طرف منسوب کیا ہو۔دلیل یہ ہے کہ مجلس عقد میں اس المال پر مسلم لیہ کا قبضہ کرنا ضروری ہے حالانکہ حصہ دین یعنی ایک سو درہم مسلم لیہ کا قبضہ مجلس میں نہیں پایا گیا۔اس لئے حصہ دین کی بیع سلم جائز نہ ہوگی اور وہ ایک سو درہم جونجلس میں ادا کئے گئے ان میں چونکہ بیع سلم کی تمام شرطیں موجود ہیں اس لئے ان کے حصہ کی بیع سلم جائز ہو جائے گی۔

امام زفر قول کا تفرد:۔

ایک شخص نے ایک کر گندم میں دوسو درہم کا عقد سلم کیا۔ان میں سے ایک سودرہم تو مسلم الیہ پر قرضہ ہیں اور ایک سو درہم نقد ادا کئے تو یہ عقد بلکل فاسد ہے۔ امام زفر نے فرمایا ہے کہ جب حصہ دین یعنی ایک سو درہم کی۔بیع سلم فاسد تو حصہ نقد کی بیع سلم بھی فاسد ہو جائے گی۔کیونکہ عقد واحد ہونے کی وجہ سے فاسد سب میں پھیل جائے گا۔[118]

عقد سلم میں اقالہ کے بعد تصرف یاجدید بیع:۔

---

[118] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج۸، ص۳۴۴

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر فرماتے ہیں کہ اقالہ کے بعد رب السلم راس المال پر قبضہ کیئے بغیر اگر مسلم الیہ سے اس کے عوض کچھ خرید نا چاہے تو وہ خرید سکتا ہے۔ کیونکہ اقالہ کے بعد راس المال مسلم الیہ کے ذمہ دَین ہو گیا ہے۔ پس جس طرح دوسرے دیون کے عوض خرید نا جائز ہے اسی طرح راس المال کے عوض بھی خرید نا جائز ہے۔[119]

احناف کا مسلک:۔

احناف کے ہاں اقالہ کے بعد رب السلم راس المال پر قبضہ کیئے بغیر اگر مسلم الیہ سے اس کے عوض کچھ خرید نا چاہے تو وہ خرید درست نہیں ہے۔ وہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ لا تاخذ الا سلك الحديث اور ولانه اخذ شبها بالمبيع

عقد سلم میں استصناع یا سائی کا حکم:۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر فرماتے ہیں کہ استصناع کی صورت میں جو چیز فروخت کی جاتی ہے وہ معدوم ہے اور معدوم کی بیع نا جائز ہے جیسا کہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع ما لیس عند الانسان اور خص في السلم سے ظاہر ہوتا ہے یعنی معدوم کی بیع سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے البتہ سلم کی اجازت دی ہے مگر استصناع سلم نہیں ہے۔ کیونکہ سلم کے لئے اجل اور میعا دضروری ہے اور استصناع کے لئے کوئی میعاد نہیں ہوتی پس جب استصناع بیع سلم نہیں ہے اور معدوم کی بیع سے منع کیا گیا ہے تو استصناع نا جائز ہوگا۔[120]

احناف کا مسلک:۔

احناف کے نزدیک استحسانا یہ جائز ہے۔ وجہ استحسان عملی اجماع ہے کیونکہ عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر لوگوں کا اس پر تعامل چلا آ رہا ہے اور لوگوں کا اجماع ایک حجت شرعیہ ہے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لا تجتمع امتی علی ضلالة اور ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله

---

[119] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج۸، ص۳۵۷

[120] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج۸، ص۳۷۰

حسن[121] کے الفاظ حدیث اس پر کھلی شہادت میں اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی اور منبر سائی دے کر بنوائے ہیں۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھی اور منبر سائی دے کر بنوانے کے بعد استصناع کے جواز میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

بیع الصرف

عقد صرف میں خیار کی شرط لگانا:۔

عقد صرف میں خیار شرط لگانے سے عقد باطل ہو جاتا ہے۔اس بات پر تمام ائمہ متفق ہیں۔ لیکن مجلس عقد میں ہی جس شخص کو اختیار حاصل تھا اس نے خیار کو ساقط کر دیا اس صورت میں عقد کا کیا حکم ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

امام زفر کے نزدیک اگر مجلس عقد میں ہی جس شخص کو اختیار حاصل تھا اس نے خیار کو ساقط کر دیا تو اس صورت میں بھی یہ عقد جائز نہیں ہے۔امام زفر اسکی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ یہ عقد ابتد سے ہی باطل شرط کے ساتھ واقع ہوا تھا ۔جس کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہو گیا تھا۔جب ایک دفعہ فاسد ہو گیا تو اب خیار کو ساقط کرنے کے بعد بھی یہ عقد درست نہیں ہو گا۔[122]

احناف کا مسلک:۔

احناف کے نزدیک اگر مجلس عقد میں ہی جس شخص کو اختیار حاصل تھا اس نے خیار کو ساقط کر دیا تو اس صورت میں بھی یہ عقد جائز جائز اور درست ہو جائے گا۔اسکی وجہ یہ ہے کہ جس فساد کی وجہ سے یہ عقد باطل ہو گیا تھا اب وہ شرط ختم ہو گئی ہے لہذا فساد کو بھی ختم کر دیا جائے۔اور اس بیع کو درست ہونا چاہیئے۔

دو درہم اور ایک دینار کو ایک درہم اور دو دینار کے عوض بیچنے کا حکم:۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے دو درہم اور ایک دینار کو ایک درہم اور دو دینار کے عوض فروخت کرے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

احناف کا مسلک:۔

---

[121] سلسلہ احادیث صحیحہ ترقیم البانی 1331 :

[122] العنایۃ شرح الھدایۃ،ج۷،ص۱۳۸

ایک آدمی نے دو درہم اور ایک دینار کو ایک درہم اور دو دینار کے عوض فروخت کرے تو یہ بیع جائز ہے اور دونوں میں سے ہرا یک جنس کو اس کے خلاف کے عوض قرار دیا جائے گا۔یعنی دودرہم دودینار کے مقابلہ میں شمار ہوں گے اور ایک درہم ایک دینار کے عوض شمار ہوگا۔کیونکہ اگر خلاف جنس کی طرف نہ پھیرا گیا بلکہ ہر ایک کو اس کی جنس کے مقابل قرار دیا گیا یعنی دو در ہم ایک درہم کے مقابلہ میں اور ایک دینار دود ینار کے مقابلہ میں تو ربالا زم آئے گا اور ر بوا چونکہ حرام ہے اور نا جائز ہے اس لئے یہ عقد بھی نا جائز ہو گا۔پس عاقدین کے عقد کو صحیح بنانے کے لئے ہرا یک جنس کو اس کے خلاف جنس کی طرف پھیرا گیا ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔

ایک آدمی نے دو درہم اور ایک دینار کو ایک درہم اور دو دینار کے عوض فروخت کرے تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔

دلیل یہ ہے کہ عوضین میں سے ہر ایک کو اس کی جنس کے مقابل قرار دینے میں یعنی دودرہم ایک درہم کے مقابل اور ایک دینار کو دو دینار کے مقابل قرار دینے میں تو ربوا لازم آتا ہے۔اور ربوا نا جائز ہے۔اور خلاف جنس کی طرف پھیرنے میں یعنی دو درہم کو دو دینار کے عوض اور ایک دینار کو ایک درہم کے عوضقرار دینےیں عاقدین کے تصرف کو متغیر کرنا لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔[123]

نوٹ:۔اسکی تفصیل اگلی فصل میں بیان کی جائے گی۔

دانق اور قیراط کے بدلہ میں بیع:۔

دانق جمع دوانق اور دوانیق آتی ہے۔ایک دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے قیراط جمع قراریط آتی ہے۔ قیراط دانق کا نصف ہوتا ہے یعنی ایک درہم کا بارہواں حصہ قیراط کہلا تا ہے۔درہم چاندی کا ہوتا ہے اور فلوس چاندی کے علاوہ تانبے وغیرہ کا ہوتے ہیں۔

احناف کا مسلک:۔

[123] العنایۃ شرح الهدایۃ،ج۷،ص۱۴۴

ایک شخص کہے میں نے یہ چیز نصف درہم فلوس کے عوض خریدے یعنی اتنے فلوس کے عوض خریدے جن کی قیمت نصف چاندی ہو تو یہ جائز ہے اور مشتری پر اتنے فلوس کا ادا کرنا واجب ہو گا جو نصف درہم کے عوض بکتے ہیں۔اور اگر یہ کہا کے یہ چیز میں نے ایک دانق فلوس یہ ایک قیراط فلوس کے عوض خرید یعنی اتنے فلوس کے عوض خریدی جن کی قیمت ایک دانق چاندی یا ایک قیراط چاندی ہو تو یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔اور مشتری پر اتنے فلوس ادا کرنا واجب ہو گا۔

امام زفر کا مسلک:۔

امام زفر کے نزدیک اوپر بیان کی گئی تمام صورتیں ناجائز ہیں۔[124]

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے فلوس کے عوض خریداری کی ہے اور فلوس معدودات میں سے ہیں اور نصف درہم دانق اور قیراط موزونات میں سے ہیں۔یعنی فلوس کا اندازہ گن کر کیا جاتا ہے۔دانق قیراط اور نصف درہم سے نہیں کیا جاتا۔پس نصف درہم اور دانق اور قیراط کے ذکر سے فلوس کے عدد کا ذکر نہیں ہوا اور جب فلوس کے عدد کا ذکر اور بیان نہیں ہوا تو اس بیع میں فلوس کی مقدار یعنی ثمن مجہول رہا اور ثمن مجہول ہونے کی صورت میں بیع ناجائز ہوتی ہے اس لئے ان تمام صورتوں میں بیع ناجائز اور صحیح نہ ہو گی

---

[124] العنایۃ شرح الہدایۃ، ج۷، ص۱۵۹

باب دوم

فصل ثانی: بیوعات میں امام زفر کے تفردات اور ان کی عصری معنویت

فصل ثانی:

بیع میں خیار کے مسائل امام زفر کے تفردات کے تناظر میں

اسلام کے قانون تجارت میں خیار (option) کے مسئلہ کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ اکثر صورتوں میں تکمیل بیع کا انحصار اسی پر ہوتا ہے۔ اکثر صورتوں میں تکمیل بیع کا انحصار اسی پر ہوتا ہے۔ فقہا اسلام نے خیار کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔ خیار رؤیت

۲۔ خیار شرط

۳۔ خیار عیب

خیار رؤیت

خیار رؤیت کے لغوی معنی ہیں۔ دیکھنے کا اختیار بعض دفعہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ بائع اور مشتری کے درمیان معاہدہ بیع ایسی شہ یا مال کا ہوتا ہے جو مقام معاہدہ پر موجود نہیں ہوتی۔ اس صورت میں مشتری کو حق حاصل ہوتا ہے کہ بیع قبول کرنا اپنے دیکھنے پر موقوف کر دے۔

امام زفر کا تفرد

خریدی گئی چیز کا کلی معائنہ ضروری ہے۔ اس چیز کا جزوی معائنہ یا بعض کو دیکھ لینے سے خیار رؤیت ساقط نہیں ہو گا۔

فقہی افادیت

امام زفر کے نزدیک اس طرح کی بیع درست نہیں کیونکہ اس سودے میں مبیع مجہول و نامعلوم ہے۔ ہماری دلیل نبی اکرم کی یہ حدیث ہے جس نے کوئی چیز دیکھے بغیر خریدی تو اسے چیز دیکھنے پر اختیار (رد قبول) حاصل ہو گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ نہ دیکھنے کی وجہ سے مبیع فروخت شدہ سامان کا مجہول ہونا ایسا امر نہیں ہے۔ جو جھگڑے کا باعث بنے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ دیکھنے پر اگر اسے چیز پسند نہ آئے تو اسے رد کر دے۔ یہ عملاً اس مبیع

کی طرح ہے جو سامنے موجود ہو اور جس کی اشارے سے نشاندہی بھی کر دی گئی ہو۔ تاہم اس کے ضروری اوصاف غیر معلوم ہوں۔

اگر خریدار چیز کو دیکھے بغیر یعنی پہلے کہہ دے کہ میں سودے پر راضی ہوں۔ پھر وہ چیز کو دیکھے اب اس صورت میں بھی اسے سودا منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔ کیونکہ شریعت نے جو حق اور اختیار دیا ہے وہ دیکھنے پر موقوف ہے۔ اس لئے دیکھنے سے پہلے وہ ساقط نہیں ہو گا۔ دیکھنے سے پہلے اسے عقد کو فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ حق فسخ اس بنا پر اسے حاصل ہے کہ معاہدہ لازم نہیں ہوا۔ نہ کہ اس بنا پر کہ یہ حدیث کا کوئی تقاضا ہے۔

امام زفر کے استدلال و تفرد کے مطابق کسی چیز کے ضروری اوصاف جانے بغیر اس کی خریداری پر رضامندی معتبر نہیں۔[125]

خیار رؤیت کس کا حق ہے

اگر بائع نے کوئی چیز فروخت کی جو اس نے ابھی نہیں دیکھی تو اسے اختیار فسخ حاصل نہیں ہو گا۔ امام ابو حنیفہ پہلے اس کے اختیار کے قائل تھے۔ اور اسے خیار عیب اور خیار شرط پر قیاس کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاہدہ مکمل اور حقیقی رضامندی کے ساتھ تکمیل پاتا اور لازم ہوتا ہے۔ بعد میں امام ابو حنیفہ نے اپنے اس قول سے کہ یہ خیار بائع کو بھی حاصل ہے رجوع کر لیا ہے۔

ان کا استدلال یہ ہے کہ رؤیت خریداری پر موقوف ہوی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہے۔ لہذا یہ خیار صرف خریدار کے لئے ہی ہو گا۔

اس سلسلے میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان نے بصرہ میں اپنی زمین حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے ہاتھ فراخت کی۔ حضرت طلحہ سے کہا گیا کہ وہ اس سودے میں گھاٹے میں رہے۔ اس پر حضرت نے کہا مجھے اختیار حاصل ہے کہ اس سودے کو منظور کر لوں یا فسخ کر دوں۔ کیونکہ میں نے جو چیز خریدی ہے وہ اب تک نہیں دیکھی۔[126]

خیار رؤیت کی مدت:

---

125 المرغینانی، علی بن ابی بکر بن الجلیل، الہدیہ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ج ۳، ص ۳۲۔۳۳
126 سنن للبیہقی، باب من قال یجوز بیع العین الغائبۃ، ج ۵، ص ۴۳۹، نمبر ۱۰۴۱۴

خیار رؤیت کی لئے کوئی مدت مخصوص نہیں یہ اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک اسے کوی باطل کر دینے والا کوئی امر نہ پایا جائے۔

ماحاصل: امام زفر کے نزدیک خیار رؤیت کے استعمال کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ تمام مبیع کو دیکھنا شرط اور ضروری ہے۔

خیار شرط

خیار شرط کے معنی ہیں "شرط کا اختیار کر نا پالینا" جب بائع اور مشتری معاہدہ بیع کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ [i] وہ تین دن تک کا خیار حاصل کرے۔اس مدت کت اندر اندر اس کو اختیار ہو گا کہ وہ معاہدہ بیع پورا کرے یا توڑ دے۔ [127]

دلیل: خیار شرط کا جواز حدیث نبوی سے

خیار شرط کے جواز کی بناء آپ کے ارشاد مبارک پر ہے۔"حضرت حبان بن منقذ بن عمرو بن انصاری خرید و فروخت میں دھوکہ کھالیا کرتے تھے۔ان کو نبی اکرم نے فرمایا جب تم فروخت کیا کرو تو دھوکے سے بچنے کے لئے تین دن کا اختیار لے لیا کرو۔ تین دن میں قبول کرو یا رد کر دو۔ [128]

امام زفر کا تفرد خیار کی حد تین دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

فقہی افادیت: امام زفر کی رائے کی فقہی افادیت چند نکات کی صورت پیش نظر ہے۔

ا۔خیار شرط کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں سے جو کوئی بھی اس معاہدہ بیع میں اپنا نقصان تصور کرے تو وہ معاہدہ بیع فسخ کر سکتا ہے۔

۲۔ تین دن سے زیادہ خیار کے خلاف اس لئے ہیں خیار شرط معاہدہ بیع کی مخالفت کرنے کے لئے ہے۔اور معاہدہ کی مخالفت معاشی اور معاشرتی دونوں قسم کے نقصانات رکھتی ہے۔

---

[127] قاضی خان، فتاوی، کتاب البیوع، باب الخیار

[128] سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب الحجر علی من یفسد مالہ، رقم ۲۳۴۶

قیاس یا عمومی قاعدہ ایسی شرط کی اجازت نہیں دیتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار یا حق فسخ وقبول کی شرط معاہدہ کو معلق کر دیتی ہے(اس کی وجہ سے معاہدہ فوری طور پر نافذ العمل نہیں رہتا اور بائع و مشتری ثمن و مبیع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے) جب کے مالی عوض والے معاہدے کو کسی امر پر معلق نہیں کیا جا سکتا۔ایسے معاہدات کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لازم و نا قابل فسخ ہو اور ان کے نتیجہ میں ملکیت مشتری کو منتقل ہو جائے۔لیکن یہاں نبی اکرم کی حدیث، نیز لوگوں کی ضرورت کے مد نظر قیاس کے تقاضے کو نظر انداز کر دیا گیا۔(یعنی خیار شرط کی اجازت حدیث رسول اور عوامی مصلحت و ضرورت کی بنا پر ہے۔نہ کہ قیاس اور عمومی قاعدے کی بنا پر) یہ بھی حقیقت ہے کہ بیع معائنہ سے طے پاتی ہے۔اس کا مقصد مبیع سے فائدہ اٹھانا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہوتا ہے۔اس مقصد کے لئے اس خیار (حق ردو قبول) کی شرط معاہدہ میں رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔[129]

صاحب شرع نے جو یہ تین دن کا عرصہ مقرر کیا ہے یہ فائدے اور مصلحت سے خالی نہیں۔بنیادی طور پر خیار شرط سے معاہدے میں ابہام و غیر یقینیت پیدا ہوتی ہے۔خیار شرط کا عرصہ جتنا زیادہ ہو گا اتنا ہی غیر یقینیت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔اس کی تائید نبی اکرم کی حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ نے ابہام اور غیر یقینی امور (غرر) پر مشتمل سودوں سے منع فرمایا۔

امام زفر کے تفرد کے مطابق:

اگر مشتری نے دو تین اشیاء (ایک ہی جنس کی) خریدیں اور بائع سے کہا کہ ان میں سے ایک کے لئے اسے تین دن کا خیار ہے اور پسند کے بعد وہ اس کی قیمت (مثلاً ۱۰۰ روپے) ادا کر دے گا۔تو بیع کا معاہدہ درست ہے اور اگر شی کا تعین کئے بغیر کہا کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک وہ تین دن کے اندر قبول یا رد کرے گا تو اس صورت میں بیع فاسد ہو گی۔

خیار عیب (عیب کی بنیاد پر سودا فسخ کرنے کا اختیار)

ہر وہ نقص یا عیب جو تاجروں کی اصطلاح میں نقصان ثمن کا مؤجب ہو یعنی وہ داموں میں کمی کا موجب بنے اور اس کی پہچان کے عرف عادت (custom) پر ہے۔

فقہی افادیت و مسائل

[129] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، المبسوط، ناشر مطبع السعادہ مصر ۱۴۰۹، ج ۳، ص ۴۰۔۴

امام زفر کے تفرد کی بناء پر خیار عیب کے چند اہم مسائل یہ ہیں۔

ا۔ عیب کا اختیار مشتری کو ہوتا ہے۔ بیع کے بعد جب وہ مبیع میں کوئی عیب دیکھے تو مبیع قبول یا رد کردے۔ البتہ اگر وہ اپنی رضامندی سے اس عیب دار مبیع کو رکھنا چاہے تو وہ پوری قیمت دے کر اسے خرید لے۔[130]

۲۔ خیار عیب کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ عیب معاہدہ بیع کے وقت موجود ہو یا مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہو اور مشتری کے قبضہ میں جانے کے بعد بھی باقی رہے۔ کیونکہ اگر وہ مشتری کے پاس مبیع کے جانے سے درست ہو گیا (مثلا لنگڑا گھوڑا مشتری کے پاس جا کر تندرست ہو گیا) تو خیار باقی نہ رہا۔[131]

۳۔ خیار عیب کی صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مبیع کو اپنے پاس روکے رکھے اور بقدر نقصان عیب واپس لے کیونکہ عقد بیع میں مبیع کے اوصاف کے مقابل میں ثمن میں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر بائع اپنی مبیع اس مقدار ثمن سے کم پر دینے پر آمادہ نہیں اور یونہی مشتری اسے اپنے پاس روکے رکھے تو بائع کو نقصان ہو گا۔

۴۔ اگر عیب دار مبیع میں کوئی دوسرا عیب مشتری کے پاس پیدا ہو تو وہ مبیع واپس نہیں کرے گا۔ بلکہ نقصان عیب کا مطالبہ بائع سے کیا جائے گا۔

۵۔ عیب دار چیز کی واپسی کے لئے ضروری ہے کہ یا تو پوری مبیعواپس کرے یا پوری قبول کی جائے۔ یہ درست نہیں کچھ رد کرے کچھ قبول کرے۔

۶۔ اگر بائع نے بری الذمہ ہونے کی شرط کو ایسے عیب کے ساتھ منسلک کیا جو عقد کے وقت موجود ہو تو یہ شرط عقد کے بعد اور قبضہ سے بعد پیدا ہونے والے عیب کو بالاتفاق شامل نہ ہو گی خواہ یہ برأت عمومی نوعیت کی ہو۔[132]

۷۔ مبیع کے ہلاک ہونے سے بھی خیار عیب ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ چیز ہی نہیں رہی جسے عیب کی بناپر واپس کیا جانا تھا۔[133]

---

[130] الہدایہ، کتاب البیوع، فصل خیار العیب

[131] الکاسانی، علاوالدین، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج ۳، ص ۲۵۰

[132] بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۲۷۷

[133] بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۲۸۲۔۲۸۳

بیع فاسد/بیع ناقص

جب بیع میں کوئی شرعی نقص ہو مثلا بیع کا انعقاد اس وقت پر رکھا جائے جب کہ قبضہ حاصل نہ کیا جاسکتا ہو تو ایسی بیع بیع فاسد یا ناقص ہو گی۔ بیع فاسد کی ایک دوسری تعریف یہ بھی ہے کہ بیع میں کوئی غیر ضروری شرط لگانا ایسی شرط جس کا عقد بیع سے کوئی تعلق نہ ہو تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے۔ مثلا بائع سے مبیع اس شرط پر خریدنا کہ وہ (بائع) مشتری کو قرض حسنہ دے یا بیع میں قیمت یا مبیع کی مقدار معلام نہ ہو وغیرھا۔ان صورتوں میں بیع فاسد ہو گی

امام زفر کے تفرد کی بناء پر فقہی افادیت:

ا۔جب مشتری نے بیع فاسد میں بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا جبکہ عقد میں دونوں عوض مال تھے۔تو مشتری مبیع کا مالک ہو جائے گا۔اور اس پر چیز کی بازاری قیمت کی آدائیگی لازم آئے گی۔

۲۔قبضہ کرنے سے اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ بیع فاسد ایک ممنوعہ معاملہ ہے۔اس بناء پر وہ نعمت ملکیت سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ شرعی ممانعت نے اس کے جواز کو ختم کر دیا۔کیونکہ ممانعت اور جواز ایک دوسرے کی ضد ہیں۔اس عدم مشروعیت کی بناء پر یہ سودا بنائے ملکیت نہیں بن سکتا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کسی نے کوئی چیز مردار کے عوض بیچی یا شراب درہموں کے عوض بیچی تو اس بیع میں خریدار کو محض قبضے کی بناء پر چیز کے ملکیتی حقوق حاصل نہیں ہونگے۔

۳۔اس بیع میں رکن بیع، یعنی ایجاب و قبول موجود ہے اور وہ ایسے دو افراد سے صادر ہوا ہے جو معاہدے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ ایجاب و قبول ایسی چیز کے ساتھ واقع ہے جو موضوع معاہدہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے لہذا بیع کے منعقد ہونے میں کوئی کلام نہیں یہ بیع فی نفسہ مشروع و جائز ہے مگر اس کی ممانعت محض بیع سے متصل ایک خارجی امر کی بناء پر ہے۔[134]

مرابحہ اور تولیہ

بیع مرابحہ نفع کی بیع کو کہتے ہیں۔اس بیع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مشتری ایک شہ باقاعدہ معاہدہ تجارت سے خریدتا ہے۔ پھر ثمن اول پر کچھ نفع رکھ کر اسے آگے کسی دوسرے کو فروخت کر کے منتقل کر دیتا ہے۔

---

[134] الہدایۃ، ج۳، ص ۵۲

اور بیع تولیہ ایسی بیع کو کہتے ہیں کہ مشتری نے جتنے میں کوئی شہ انتے میں ہی آگے فروخت کردے۔[135]

امام زفر کے استدلال و تفرد (احکام و مسائل)

ا۔ بیع کی یہ دونوں اقسام جائزہیں کیونکہ ان میں جواز بیع کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔ نیز لوگوں کو اس قسم کے معاملات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بیع کی ان اقسام کا بنیادی انحصار فروخت کندہ کی سچائی اور خیانت سے اس کے اجتناب پر ہوتا ہے (یعنی اس طرح کے معاملے میں فروخت کنندہ کی سچائی اور امانت داری بنیادی عنصر ہے۔ واضح رہے کہ مرابحہ اور تولیہ میں بائع کی یہ ذمہ ہے کہ وہ اپنی لاگت اور قیمت خرید پوری سچائی اور دیانت داری کے ساتھ خریدار کو بتائے[136]

۲۔ بیع از قسم سامان (Commodity) ہو نقدی وغیرہ نہ ہو کیونکہ نقدی پر اضافہ کرکے بیچنا سود ہے۔[137]

مرابحہ کی مروجہ صورتیں۔

مروجہ اسلامی بینکوں کے اندر جو مرابحہ کا نظام رائج ہے وہ عام شرعی مرابحہ نہیں بلکہ مرابحہ للآمر بالشراء ہوتا ہے۔ یعنی گاہک کے مطالبے پر بینک اس کے لئے اسکی مطلوبہ چیز خریدتا ہے اور اپنا ایک خاص منافع طے کرکے اقسطوں کی صورت میں گاہک کو بیچتا ہے۔

رائج شدہ مرابحہ میں شرعی خامیں درج ذیل ہیں۔

ا۔ عام شرعی مرابحہ ایک خالصتا تجارتی معاہدہ ہوتا ہے جب کہ مروجہ مرابحہ محض تمویل (Financing) ہے۔

۲۔ موجودہ مرابحہ میں بینک خریدنے والے سے یہ عہد لیتا ہے کہ جب بینک خریدار کے لئے اسکا مطلوبا سامان خرید لے گا تو گاہک اس سے لازما یہ سامان لے گا۔ یہ خود ایک معاہدہ کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ پھر اس میں بیع لایملک کی قباحت آجاتی ہے۔

۳۔ بینک مطلوبہ چیز کی خریداری میں اس گاہک کو اپنا لئے وکیل بناتا ہے۔ یہ بات بلکل درست نہیں ہے۔ اور یہ قرض دے کر اس مین سود کی صورت بن جاتی ہے۔

---

[135] الجزیری، عبدالرحمان، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ناشر، دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۴، ص ۴۸

[136] الہدیۃ، ج ۳، ص ۵٦

[137] کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ص ۲۸۱

۴۔ رائج شدہ مرابحہ میں منافع کا اجرا شرح سود سے کیا جاتا ہے جو کہ Libor or Kibor کے ذریعے طی کی جاتی ہے۔اور نفع میں شرح سود کو معیار مقرر کرنا اس معاملہ کو مشکوک بناتا ہے۔

۵۔ قسطوں کی آدائیگی میں تاخیر کی وجہ سے صدقہ کو لازمی قرار دینے کا جرمانہ دراصل سود ہے۔

۶۔ مرابحہ کی بعض صورتوں میں التورق المنظم پایا جاتا ہے جو باالاتفاق حرام اور سودی حیلہ ہے۔[138]

امام زفر کے تفرد کی عصری افادیت (مرابحہ وتولیہ)

امام زفر کت تفرد کے مطابق مرابحہ میں کو ئایسی کنڈیشن یا شرط لگانا جو اس کے لئے نامناسب ہے مرابحہ کے معاہدے کو متاثر کرتا ہے (جیسا کہ فصل اول میں امام زفر کے تفرد سے واضح ہو ہے) اسلامی بینکون میں آج کل یہ بطور فنانسگ کے پاستعمال ہو رہا ہے۔اور شرعی اعتبار سے اس میں کوئی خامی نہیں۔ سودی ذرائع تمویل کے متبادل کے طور پر اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مرابحہ خرید و فروخت کا ایک ایسا اسلامی طریقہ ہے جس میں بیچنے والا چیز کی "کاسٹ" اور "لاگت" کو خریدنے والے کو واضح طور پر بتاتا ہے اور بیچنے پر اس چیز پر جو کچھ وہ نفع حاصل کر رہا ہوتا ہے اس کا ذکر بھی خریدار سے کرتا ہے۔ مثلاا گر کوئی کپڑا بیع مرابحہ کے اعتبار پر بیچنا چاہتا ہے اور کپڑے کی خریداری پر اس کو جو لاگت برداشت کرنا پڑتی ہے وہ سو روپے ہے تو وہ اس کپڑے کو ایک سو پچاس میں بیچ سکتا ہے لیکن خریدار کو یہ بتانا ضروری ہے کہ اس کپڑے کی کاسٹ ایک سو روپے ہے۔اور اس پر جو زیادتی لی جا رہی ہے وہ اس کا نفع ہے۔**امام زفر کے تفرد سے زمانہ حال میں ہمیں بہت رہنمائی مل رہی ہے۔اپنے تفرد کے ذریعے انہوں نے مرابحہ کی صحت کے لئے ایسے اصول بنائے جن سے عصر حاضر میں مرابحہ کے معاملات ب آسانی طے ہو سکیں۔**اور ان میں کسی قسم کا اشتباہ اور دھوکہ دہی کا عنصر شامل نہ ہو۔

امام زفر کے تفرد کی بناء مندرجہ ذیل چیزیں مرابحہ کی صحت کے لئے ضروری ہیں۔

۱۔ بیچی جانے والی چیز کی کاسٹ اور لاگت کی وضاحت

۲۔ نفع کی مقدار متعین

---

[138] عثمان صفدر، اسلام اور اقتصادیات، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر ۲۰۱۳

۳۔ مرابحہ کے طور پر بیچی جانے والی چیز بیچنے والے کی ملکیت میں ہو

۴۔ مرابحہ کا معاہدہ زمانہ حال سے تعلق رکھتا ہو۔

۵۔ مرابحہ صرف اشیاء کی خرید وفروخت میں ہوگا۔ کرنسی کی خرید وفروخت میں نہیں

بیع سلم (قیمت کی پیشگی آدائیگی اور سامان کی مستقبل میں سپردگی کا معاملہ)

سلم اور سلف دونوں ایک ہی معنی میں آتے ہیں معاملہ سلم کو سلم اس بناء پر کہا جاتا ہے کہ اس میں چیز کی قیمت معاہدے کے وقت پیشگی ادا کردی جاتی ہے۔ سلم ایک ایسی چیز کا معاہدہ ہے جسے وصف (Description) کے ذریعے بیچا جاتا ہے۔ اور اسے مستقبل میں فراہم کرنا بائع کے ذمہ ہوتا ہے۔ اس کی قیمت مجلس معاہدہ میں بائع کے سپرد کردی جاتی ہے۔

فقہی افادیت (احکام ومسائل)

۱۔ لوگوں کو ایسا معاملہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس معاملہ کی درستگی کی شرائط وہی ہیں جو معاملہ بیع کی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عام بیع کے برعکس یہ معاملہ غیر موجود چیز میں ہوتا ہے۔ عام بیع موجود اور ایسی غیر موجود اشیاء میں میں ہوسکتی ہے جن کی صفات کا تعین کرلیا گیا ہو۔[139]

۲۔ نفس عقد میں جو شرط ہے وہ صرف ایک ہے کہ عقد سلم میں دونوں عاقدین میں سے کسی کے واسطے خیار شرط نہ ہو اگر کسی نے اپنے واسطے شرط کا اختیار لیا تو سلم باطل ہوگی۔

۳۔ اگر اصل مال پر قبضہ کرلیا اور اس کے بعد دونوں جدا ہوگئے پھر کسی نے ثابت کیا کہ یہ مال میری ملکیت ہے پھر مستحق نے اجازت دی تو سلم صحیح رہے گی اور عاقدین میں سے کسی کے واسطے خیار شرط ہو مگر ہونے سے پہلے اس نے اپنا خیار ساقط کردیا حالانکہ راس المال مسلم الیہ کے ہاتھ میں قائم ہے۔ تو اس سورت میں یہ عقد صحیح اور جائز ہو جائے گا اور اگر اصل مال تلف ہوگیا یا تلف کردیا گیا تو بدل کر جائز نہ ہوگا۔[140]

---

[139] منصور بن یونس بن ادریس، کشاف القناع عن متن الاقناع، ناشر عالم الکتب بیروت ۱۴۰۳، ج۳، ص ۲۷۵

[140] امیر علی، علامہ سید مولانا امیر علی، عین الہدایۃ، ناشر قانونی کتب خانہ لاہور، ج۳، ص ۱۵۰۔ ۱۵۲

۴۔درہم ودینار(کرنسی)خوب جانچے ہوئے ہوں اور مقدار معلوم ہو تو مجلس سلم میں ہی راس المال پر قبضہ کرلینا ضروری ہے۔

۵۔ مسلم فیہ کی شرائط(جنس کا تعین،نوع کا بیان،صفت کا بیان، مقدار بذریعہ پیمانہ یاوزن یا گنتی، میعاد، میعاد سپردگی تک برابر موجودگی) پائی جائیں۔

٦۔ سلم میں مسلم فیہ لا محالہ دین ہے۔لہذا جن چیزوں میں سود جاری ہوتا ہے۔خواہ نقد ہو یا ادھار میں ان کی باہم سلم ناجائز ہے۔کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز نہیں۔

بیع سلم کی مروجہ صورتیں اور ان کا شرعی حکم

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سلم ایک اچھی اور غیر سودی تمویل ہے جو موجودہ دور کے اندر بھی لوگوں خاص طور پر کاشتکاروں اور مینوفیکچرز کی مالی ضرورتیں پوری کرنے کی بھرپور صلاحتیں رکھتا ہے۔اور کچھ بینک جو اسلامی بینک ہیں اس سے فائدہ اٹھارہے ہیں لیکن مشاہدہ میں یہ آیا ہے کہ بعض اسلامی بینک اس کی عملی تطبیق میں گڑبڑ کرتے ہیں جس سے یہ معاملہ شریعی اصول ہٹ جاتا ہے اور خرابیاں جنم لیتی ہیں۔مثال کے طور پر گنے کی کاشتکاری کے موقع پر سیزن میں شوگر ملوں کو گنا خریدنے کے لئے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ملوں کے مالک حضرات چاہتے ہیں کہ ہمارا کام بھی پورا ہو جائے اور ہمیں سود سے بھی اجتناب کرنا پڑے ان باتوں کے پیش نظر وہ اسلامی بینکوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔بینک اب کچھ شرطیں لگا کر پیسے دیتے ہیں کہ آپ نے ہمیں اس کے بدلے میں فلاں دن تک اتنی چینی دینا ہوگی۔یعنی بینک سلم کا معاہدہ کرلیتا ہے۔اور شوگر ملز والوں کی طرف سے چیز کی آدائیگی کو لازمی بنانے کے لئے بینک گارنٹی بھی طلب کرتا ہے۔جیسا کہ بینک کاروباری ادارہ نہیں جو چیزوں کو آگے بیچنے کے لئے گاہکوں کو تلاش کرتا رہے۔ اس لئے دوران معاہدہ ہی یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ ملوں کے مالک بینک کے بطور وکیل کی حیثیت سے یہ چینی مارکیٹ ہیں اس قیمت پر فروخت کرکے رقم بینک کے سپرد کرے گا۔اور اکثر معاہدے کے وقت اس کی صراحت نہیں ہوتی۔

بینک کا خود قبضہ کرنے کے بجائے فروخت کنندہ کو ہی وکیل بنانا شرعی اصول کے خلاف ہے۔[141]

امام زفر کے تفرد کی عصری افادیت

---

[141] المبسوط، ج ۱۵، ص ۱۰۱

امام زفر کے تفرد کے مطابق معاہدہ سلم کے ساتھ بیچی جانے والی چیز فروخت کنندہ کے ذمہ ادھار ہوتی ہے اور جس کے اوپر ادھار ہو وہ بذات خود سے اس کی وصولی کے لئے اس شخص کا وکیل نہیں بن سکتا جس کا اس کے زمہ ادھار ہو۔ امام زفر کے تفرد کا فائدہ عصر حاضر کے لئے بلکل درست اور صحیح معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ اسلامی بینکوں میں رائج فائدہ اٹھانے کا جو طریقہ اسلامی بینکوں کے ماہر حضرات نے بتایا ہے اس کو سلم متوازی کہتے ہیں یعنی بینک کسی تیسرے شخص کے ساتھ سلم کا معاہدہ کرلے۔ جس کی تاریخ آدائیگی پہلی سلم والی ہی ہو۔ متوازی سلم مینوقت کی کمی کی وجہ سے قیمت بڑھ جائے گی اور اس طرح دونوں قیمتوں میں جو فرق فرق آئے گا وہ بینک کا نفع ہوگا (امام زفر اسی سلم متوازی کے قائل ہیں اور یہ طریقہ بیع نزاع کے خاتمے کے لئے بہترین ہے امام زفرکت تفرد کی افادیت سے ظاہر ہے) مگر ہموجودہ اسلامی بینکوں مین یہ طریقہ شاذونادر اور کم ہی استعمال کیا جاتا ہے زیادہ تر فروخت کنندہ کو ایجنٹ بنانے کا طریقہ ہی اختیار کیا جاتا ہے جو شرعی اعتبار سے صحیح و درست نہیں۔ موجودہ دور کے اندر اسکی کچھ صورتوں میں نظرثانی ہونی چاہیے کیونکہ کچھ بڑے ادارے اور بڑی فیکٹریاں ایسی ہیں جن کی چیزیں بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔ جو دوسری فیکٹریوں کی مصنوعات میں نہیں پائی جاتیں۔ جیسے مرسڈیز کمپنی کی گاڑیاں وغیرہ۔

بیع الصرف

نقود (کرنسی) کا نقود سے تبادلہ، چاہے وہ دونوں ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں یا دو مختلف اجناس سے بیع صرف کہلاتا ہے۔ یہ بیع معین نقود میں بھی ہو سکتی ہے اور ایسے نقود میں بھی جن کی صفت بیان کردی گئی ہو۔ معین نقود کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ میں تمہیں یہ دینار ان دراہم کے عوض فروخت کرتا ہوں۔ صفت کے ذریعے نقود کی فروخت کی مثال یہ ہے کہ میں تمہیں فلاں جنس کا دینار (جیسے کویتی دینار) فلاں قسم کے بیس درہموں کے عوض فروخت کرتا ہوں اگر دینار و درہم کو اس نے متعین کئے بغیر مطلق دینار و درہم کا لفظ استعمال کیا تو ایسی صورت مین اس سے مراد مروجہ درہم و دینار ہوں گے۔ لیکن اگر اس علاقے میں ایک سے زیادہ کرنسیاں ہوں تو زیادہ استعمال ہونے والی کرنسی مراد ہو گی۔ تاہم ایسی صورت میں یہ ضروری ہو گا کہ بائع و مشتری کرنسی کو مجلس معاہدہ میں متعین کریں اور علیحدگی سے پہلے دونوں فریق اپنے ذمہ کی کرنسی ایک دوسرے کے سپرد کردیں۔

امام زفر کے تفرد کی بناء پر فقہی افادیت (احکام و مسائل)

۱۔ یہ بھی جائز ہے ایک طرف کی کرنسی متعین ہو جب کہ دوسری طرف کی کرنسی متعین نہ ہو۔ لیکن اس کی صفت بیان کر دی جائے، جیسے کوئی شخص یہ کہے میں تمہیں یہ دینار تمہارے ذمے واجب الادا دس درہموں کے عوض فروخت کرتا ہوں (اس صورت میں بھی دینار کا درہموں سے تبادلہ دست بدست ہونا چاہئے)

۲۔ بیع صرف اس صورت میں جائز نہیں ہے جب دونوں طرف کے نقود قرض ہوں۔ کیونکہ یہ دین کی دین کے ساتھ بیع ہے جو شرعا جائز نہیں۔ تاہم ایک حیلہ کے ذریعے یہ تبادلہ اضافہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اور وہ حیلہ یہ ہے ایک شخص اپنے ذمہ کے دینار، دراہم یا سامان کے بدلے میں فروخت کرے اور پھر ان درہموں سے وہ مطلوبہ دینار خرید لے۔ (یعنی بالواسطہ تبادلہ ہو)۔ ایک اور حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کو اس کی مطلوب کرنسی قرض دے کر معاف کر دے۔ ایک حیلہ یہ بھی ہے ہم جنس کرنسیوں کی بیع تو برابری کی بنیاد پر ہو لیکن فاضل حصہ ہبہ کر دیا جائے، تاہم یہ ضروری ہے کہ قرض یا ہدیے کو معاملے کی شرط نہ بنایا جائے۔[142]

۳۔ احکام صرف ثمن خلقی میں لاگو ہونگے۔ وہ سونا اور چاندی ہی ہے۔ لیکن ان میں کھوٹ زیادہ ہو تو یا دونوں طرف سے رائج الوقت نقد پیسے ہوں تو ان میں عقد صرف کے احکامات جاری نہیں ہوں گے۔

عصر حاضر میں بیع صرف اور اس کی عملی تطبیق

۱۔ باہر کے ممالک کے کارڈ سے استفادہ کرنے کی صورت میں کارڈ ہولڈر مقامی کرنسی میں تجارت وغیرہ کا معاملہ کرتا ہے۔ اس کو بینک ادا کرتا ہے اور عالمی کارڈ کا ادارہ ڈالر میں رقم وصول کرتا ہے۔ تو یوں یہ ایک فلوس کی دوسری فلوس سے خرید و فروخت ہوئی۔[143]

۲۔ ایک ہی قسم کی رقم کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر مختلف قسم کی کی کرنسی ہے تو پھر اس صورت میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے میں کوئی خرج نہیں۔

مثلا پاکستانی روپیہ ہو اور سعودی ریال کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔[144]

---

[142] الشربینی، محمد بن محمد الخطیب مغنی المحتاج، دار الکتب العلمیۃ۔بیروت ۱۹۹۴، ج۲، ص ۴۵

[143] رحمانی، مولانا خالد سیف اللہ، جدید مالیاتی ادارے فقہ کی رروشنی میں، کتب خانہ نعیمیہ سہارنپور یوپی، ص ۳۶

[144] العثمانی، محمد تقی، فقہ البیوع، مکتبہ معارف القرآن کراچی پاکستان، ج۲، ص ۱۱۷۵۔۱۱۷۶

بیع صرف کی شرائط خاص

ا۔ مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ۔

یہ وجودی شرط ہے، یعنی مجلس عقد کے اندر ہی دونوں جانب کی چیزوں پر قبضہ ضروری ہے۔ ورنہ عقد درست نہ ہوگا۔ (فقہاء حنفیہ کے ہاں عموما تخلیہ بھی قبضہ کے لئے کافی ہے۔ لیکن بیع صرف میں تخلیہ کافی نہیں ہے بلکہ یہاں حسی قبضہ ضروری ہے جس کو القبض البراجم کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۔ تماثل یا برابری

یہ بھی وجودی شرط ہے۔ لیکن اس کے لئے صروری ہے کہ بیع صرف کے دونوں عوضین کی جنس ایک ہو۔ برابری سے مراد مقدار میں برابری ہے اس میں کوالٹی، جید یا ردی ہونے کا اعتبار نہیں۔

۳۔ خیار شرط۔

یہ عدمی شرط ہے۔ بیع صرف میں کسی بھی فریق کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے لئے خیار شرط رکھے۔ تاہم خیار عیب ہر فریق کو حاصل ہوگا۔ جہاں تک خیار روئیت کی بات ہے تو فقہائے حنفیہ کے ہاں دراہم ودنانیر (یعنی اثمان) میں خیار ویت نہیں۔ تاہم سونے چاندی کی بنی ہوئی اشیاء جیسے برتن زیور وغیرہ میں خیار رویت حاصل ہوگا۔

باب سوم

مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات

فصل اول: مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کی نوعیت

فصل ثانی: مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کا تجزیہ اور ان سے عصری استفادہ

فصل اول: مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کی نوعیت

بیع الاجارہ

اجیر اجرت کے لئے عین چیز کو روک سکتا ہے یا نہیں؟

احناف کا مسلک:

جس اجیر کے کام کا اثر عین شیء میں موجود ہو جیسے کپڑا رنگنے والا دھوبی وغیرہ ایا اجیر مزدوری وصول کرنے کے لئے شی ء کو روک سکتا ہے کیونکہ معقود علیہ وہ وصف ہے جو کپڑے میں قائم ہے تو اجیر اپنے کام کا بدلہ حاصل کرنے کے لئے روکنے کا حق دار ہوگا احناف کے نزدیک جیسے مبیع میں حکم ہے کہ جو ثمن نقد ٹھہرا ہے اس کو وصول کرنے تک بائع اس کو روک سکتا ہے ایک وجہ میں امام شافعی بھی اس کے قائل ہیں۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر فرماتے ہیں کہ عین شئ میں اس کے عمل کا اثر ہو یا نہ ہو بہر دو صورت اس کو روکنے کا حق نہیں ہے۔ شیخ عتابی نے امام شافعی کا قول بھی یہی ذکر کیا ہے کیونکہ کاریگر کی طرف سے سپرد کرنا اس طور پر واقع ہوا کہ جس چیز پر اجارہ تھا وہ ملک مستاجر سے متصل ہو گئی مثلا کپڑا رنگنے والے کا رنگ مستاجر کے کپڑے میں لگ گیا تو وہ مستاجر کے سپرد ہو گیا اور سپردگی کے بعد روکنے کا حق نہیں رہتا۔[145]

اجارۃ الفاسدۃ

اجارہ فاسد کی ایک اور صورت:

[145] أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى، البناية شرح الهداية، ج10، ص241 دار الكتب العلمية- بيروت، لبنان،

احناف کامسلک

ایک شخص نے زمین اجارہ پرلی اور یہ بیان نہیں کیا کہ اس میں کھیتی کرے گا یا کچھ اور نیز گیہوں کی کھیتی کرے گا یا کسی اور چیز کی تو اجارہ فاسد ہے (اگر موجر نے عام اجازت نہ دی ہو ورنہ جائز ہو گا) اس واسطے کہ زمین میں صرف کاشت ہی نہیں ہوتی بلکہ تعمیر بھی ہو سکتی ہے درخت وغیرہ بھی لگائے جاسکتے ہیں سامان کی حفاظت کے لئے لی جاسکتی ہے پھر کاشت بھی مختلف چیزوں کی ہو سکتی ہے جن میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو زمین کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں جیسے رطبہ اور ترکاریاں اور بعض چیزیں اتنی نقصان دہ نہیں ہوتیں پس معقود علیہ مجہول ہوا لہذا اجارہ صحیح نہ ہو گا امام شافعی اور امام احمد بھی اس کے قائل ہیں۔

ہاں اگر اس کے بعد مستاجر نے اس میں کاشت کی اور مدت بھی گذر گئی تو استحسانا اجارہ صحیح ہو جائے گا۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر کے نزدیک اب بھی صحیح نہ ہو گا اور مقتضائے قیاس بھی یہی ہے اس لئے کہ وہ ابتداء فاسد واقع ہوا ہے تو یہ اجارہ صحیح عقد کی طرف نہیں لوٹے گا وجہ استحسان یہ ہے کہ مدت عقد مکمل ہونے سے پہلے جہالت معقود علیہ جاتی رہی یعنی یہ معلوم ہو گیا کہ اس نے زمین کاشت کے لئے لی تھی نیز جو چیز اس نے بوئی ہے وہ بھی معلوم ہو گئی پھر مالک زمین اتنے وقت تک خاموش رہا یہاں تک کہ مدت گذر گئی اس لئے اجارہ عقد صحیح کی طرف لوٹ جائے گا جیسے اگر عقد کی حالت میں جہالت دور ہو جائے تو بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے پس یہ ایسا ہو گیا جیسے بیچ میں میعاد مجہول گذرنے سے قبل ساقط کر دی یا خیار شرط میں تین روز سے زائد کو تین روز کے اندر ساقط کر دیا تو دونوں جائز ہو جاتے ہیں[146]

ضمان الاجیر

اجیر مشترک پر ضمان کا حکم اور مسلک احناف:

جو چیز اجیر مشترک کے عمل سے تلف ہو جائے وہ اس کا ضامن ہو گا جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جائے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسی سے بوجھ بندھا ہوا تھا اس کے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جائے یا ملاح کے بے قاعدہ کھینچنے سے

---

[146] علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين، الهداية في شرح بداية المبتدي، ج 3 ص 241، **دار احياء التراث العربي - بيروت - لبنان**

کشتی ڈوب جائے اور مال غرق ہو جائے تو ان سب صورتوں میں اجیر مشترک ضامن ہو گا امام مالک امام احمد اور ابن ابی لیلی بھی اس کے قائل ہیں اور یہ حضرت عمر، حضرت عبید اللہ بن عتبہ قاضی شریح، حسن اور حکم سے بھی مروی ہے۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر کے نزدیک اجیر مشترک ان تمام صورتوں میں ضامن نہ ہو گا یہ حضرت عطاء اور طاؤس سے بھی مروی ہے [147]۔

دو شرطوں میں سے ایک پر شرط اجارہ کے احکام

احناف کا مسلک:

عمل میں تردید کے ساتھ اجرت کی تردید صحیح ہے مثلا مستاجر درزی سے کہے کہ اگر تو قباء فارسی طرز پر سیئے تو اجرت ایک درہم ہو گی اور رومی طرز پر سیئے تو اجرت دو درہم ہو گی تو یہ جائز ہے اب وہ جس طرز کی سیئے گا اس کی اجرت کا مستحق ہو گا اسی طرح اگر رنگ کرنے والے سے کہا کہ اگر تو نے یہ کپڑا کسم سے رنگا تو اجرت ایک درہم ہو گی اور اگر زعفران سے رنگا تو دو درہم ہو گی تب بھی یہی حکم ہے کہ دونوں میں سے جس رنگ کا رنگے اس کی اجرت کا مستحق ہو گا نیز اگر آجر نے مستاجر کو دو چیزوں میں اختیار دیا مثلا یہ کہا کہ میں نے تجھے ہی گھر ماہانہ پانچ درہم کے عوض یا وہ دوسرا گھر ماہانہ دس درہم کے عوض کرایہ پر دیا تو سی بھی کیا ہے پس مستاجر جس مکان میں رہنا اختیار کرے اس کا کرایہ واجب ہو گا۔

بہر کیف ان تمام صورتوں ائمہ ثلاثہ احناف کے نزدیک اجارہ استحسانا صحیح ہے ایک روایت میں امام احمد بھی اس کے قائل ہیں۔

امام زفر کا تفرد:

اوپر بیان کی گئی تمام صورتوں میں امام زفر کے نزدیک اجارہ صحیح نہ ہو گا کیونکہ عقد مجہول ہے۔ کیونکہ عقد مجہول ہونے کی وجہ سے بیع نزاع کا خطرہ بہر حال موجود ہے۔[148]

---

[147] الهداية في شرح بداية المبتدي، ج3ص242

[148] الهداية في شرح بداية المبتدي، ج3ص244

مکرہ کی بیع کا حکم:

اگر کسی شخص نے مکرہ (مجبور) ہونے کی حالت میں کوئی چیز فروخت کی اور مجبور ہو کر ہی وہ چیز مشتری کو سپرد کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس بیع کا کیا حکم ہو گا۔

مسلک احناف:

ائمہ ثلاثہ احناف کے نزدیک مشتری اس کا مالک ہو جائے گا

امام زفر کا تفرد :

امام زفر کے نزدیک مشتری مالک نہ ہو گا وہ فرماتے ہیں کہ مکرہ کی بیع اجازت پر موقوف ہے اور بیع موقوف قبل از اجازت مفید ملک نہیں ہوتی ہم یہ کہتے ہیں ۔[149]

کتاب الماذون

اذن کی اصطلاحی تعریف :

اصطلاح شرعی میں اذن فک حجر واسقاط حق کو کہتے ہیں یعنی بچہ کم عمری کی وجہ سے اور غلام غلامی کی وجہ سے جن کو تصرف سے منع کیا تھا ان کو تصرف کی اجازت دے دینا فک حجر سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں بلکہ صرف امور تجارت کا اطلاق مراد ہے کیونکہ عبد ماذون کے لئے تبرع واعتاق اور تکفیر بالمال کی اجازت نہیں ہوتی اسقاط حق میں حق سے مراد آقا آتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آقا نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دے دی تو اس کے جس حق کی وجہ سے غلام ممنوع التصرف تھا اس نے اجازت دے کر اپنے اس حق کو ساقط کر دیا ہدایہ عنایہ کفایہ وغیرہ سب میں یہی مذکور ہے صاحب تنویر وصاحب اصلاح وایضاح نے کہا ہے کہ حق سے مراد حق منع ہے نہ کہ صرف حق آقا کیونکہ اس صورت میں اذن صرف غلام کو شامل ہو گا نہ کہ صغیر کو حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل ہے مگر آفندی نے تکملہ میں کئی وجوہ سے تردید کی ہے۔

امام زفر کے نزدیک اذن کا مطلب وکیل کرنا اور نائب بنانا ہے۔[150]

---

[149] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج9، ص235

[150] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج9ص283

اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر آقا نے اذن کو کسی معین وقت یا کسی خاص قسم کی تجارت کے ساتھ مقید کیا ہے تو ان حضرات کے یہاں تقیید صحیح ہو گی اور غلام اس کے خلاف نہ کر سکے گا ہمارے ہاں صحیح نہ ہو گی کیونکہ انفاک حجر کے بعد غلام اپنی اہلیت کے سبب سے تصرف کرتا ہے تو اذن اور تصرف نہ کسی وقت کے ساتھ مقید ہو گا اور نہ کسی خاص قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص۔

غلام کے لئے اذن تجارت کی کیفیت و حکم

تصرف کی اجازت جس طرح نطق صریح سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح دلالت حال سے بھی ثابت ہو جاتی ہے مثلاً آقا نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے غلام مازون في التجارة ہو جائے گا آقا کا مال بیچا ہو یا کسی اجنبی کا بیع صحیح کی ہو یا فاسد عنایہ زیلعی متقی اور شرنبلالیہ وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے وجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اس غلام کو ایسا کرتے دیکھے گا وہ اس کو ماذون ہی سمجھے گا اور اس کے ساتھ معاملہ کرے گا اب اگر وہ ماذون نہ ہو تو ضرر لاحق ہو گا اور آقا اگر اس پر راضی نہ ہوتا تو وہ اس کو منع کر دیتا تاکہ لوگوں کا ضرر دور ہو۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر یہاں سکوت مذکور سے اجازت ثابت نہیں ہوتی وہ یہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا خیالی ضرر دور کرنا آقا پر واجب نہیں رہا اس کا خاموش رہنا ممکن ہے وہ اس وجہ سے ہو کہ اس کو اپنے غلام کا فعل بلا اجازت ہونے کی وجہ سے ناگوار ہوا ہے تو وہ غصہ سے خاموش ہو گیا۔[151]

کتاب الوکالۃ

کیا وکیل کو مبیع روکنے کا حق حاصل ہوتا ہے؟

---

[151] العنایۃ شرح الهدایۃ، ج9،297

صاحب قدوری نے کہاکہ ثمن وصول ہونے سے پہلے پہلے وکیل مبیع کواپنے پاس روک سکتاہے خواہ وکیل نے بائع کو ثمن دیاہویانہ دیاہو۔ بہرحال مؤکل سے ثمن وصول کرنے کی خاطر وکیل کو مبیع روکنے کی اجازت ہے۔دلیل یہ ہے کہ وکیل اور مؤکل کے درمیان حکما بیع ہوتی ہے یعنی وکیل بالشر، حکما بائع ہوتاہے اور مؤکل مشتری ہوتاہے اور کتاب البیوع میں گذرچکاہے کہ بائع کو ثمن وصول ہونے سے پہلے مبیع روکنے کااختیار ہوتاہے۔لہذا یہاں بھی وکیل کو جوحکما بائع ہے ثمن وصول ہونے سے پہلے بیع روکنے کاحق حاصل ہے۔

امام زفرکاتفرد:

حضرت امام زفر کے ہاں وکیل کواپنے پاس مبیع روکنے کاکوئی حق حاصل نہیں ہے۔امام زفرکی دلیل یہ ہے کہ وکیل کے مبیع پر قبضہ کرنے سے مؤکل حکما قابض ہوگیاہے اور ایساہوگیاگویاوکیل نے مبیع مؤکل کے سپرد کردی ہے اور جب وکیل مبیع مؤکل کے سپرد کرچکاتواس کاحق حبس بھی ساقط ہوگیاکیونکہ بیع اگر حقیقی موکل کے قبضہ میں آجاتی تووکیل کے لئے حق حبس بھی حاصل نہ ہوتا۔لہذااسی طرح جب بیع حکما مؤکل کے قبضہ میں واقع ہوگئی توبھی وکیل کاحق حبس ساقط ہوجائے گا۔[152]

وکیل کے پاس مبیع ہلاک ہوجانے کی صورت:

احناف کامسلک:

امام محمد کے نزدیک ضمان بیع کی طرح مضمون ہوگی یعنی جس طرح مبیع اگر بائع کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے تومشتری کے ذمہ سے اس کاثمن ساقط ہوجاتاہے مبیع کی قیمت خواہ ثمن سے کم ہوخواہ زیادہ ہو۔اسی طرح جب وکیل کے قبضہ سے مبیع ہلاک ہوئی تومؤکل کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوجائے گاخواہ مبیع کی قیمت ثمن سے کم ہوخواہ زیادہ ہو۔یہی قول امام ابوحنیفہ کاہے۔

امام زفرکاتفرد:

[152] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج8،ص39

امام زفر کے نزدیک وکیل کے قبضہ سے ہلاک شدہ مبیع ضمان غصب کی طرح مضمون ہوگی یعنی مبیع اگر ذوات الامثال میں سے تھی تو وکیل پر اس کا مثل واجب ہوگا اور موکل پر ثمن واجب ہوگا اور اگر ذوات القیم میں سے تھی تو وکیل مبیع کی قیمت ضامن ہوگا۔[153]

چنانچہ اگر مبیع کی قیمت زائد ہو اور اس کا ثمن کم ہو مثلا قیمت پندرہ روپیہ ہو اور ثمن دس روپیہ ہو تو موکل ثمن سے زائد مقدار یعنی پانچ روپیہ وکیل سے واپس لے گا اور اگر ثمن زائد ہو اور قیمت کم ہو مثلا ثمن پندرہ روپیہ ہو اور قیمت دس روپیہ ہو تو قیمت سے زائد مقدار پانچ روپیہ وکیل مؤکل سے واپس لے گا۔ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں یہی تفصیل ذکر کی ہے۔

کیا کسی معاملہ میں دو وکیلوں کو مقرر کرنے کے بعد انفرادی تصرف کی اجازت ہوتی ہے[154]

مسلک احناف:

اگر کسی شخص نے دو شخصوں کو وکیل کیا ہو تو ان میں سے ایک کو بغیر دوسرے کی رائے کے تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔

لیکن چند صورتیں ایسی ہیں جہاں دو شخصوں کو وکیل کرنے کے باوجود ایک وکیل کا تصرف کرنا جائز اور کافی ہے۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کرنے کے لئے دو شخصوں کو وکیل کیا لیکن ان میں سے ایک وکیل نے بغیر دوسرے کے مقدمہ پیش کر دیا تو یہ جائز ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ مقدمہ پیش کرتے وقت مجلس قاضی میں لوگوں کا اجتماع متعذر ہے کیونکہ زیادہ لوگوں کے اکٹھا ہونے سے شور وشغب ہوگا حالانکہ مجلس قاضی کو شور وشغب سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور مجلس قاضی کو شور وشغب سے محفوظ رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ مقدمہ پیش کرنے سے مقصود اظہار حق ہے اور شور وشغب کی وجہ سے یہ مقصود حاصل نہ ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شور وشغب کی وجہ سے مجلس قاضی کی ہیبت ختم ہو جائے گی حالانکہ اس کا باقی رہنا ضروری ہے۔ پس جب کسی نے مقدمہ پیش کرنے کے لئے دو شخصوں کو وکیل کیا۔ حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ ان دونوں کا جمع کرنا متعذر ہے تو گویا وہ ان میں سے ایک کے مقدمہ پیش کرنے پر راضی ہو گیا اور جب

---

153 العناية شرح الهداية، ج8،40

154 علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج6 ص32، دار الكتب العلمية 1406ھ - 1986م

مؤکل ایک کے مقدمہ پیش کرنے پر راضی ہوگیاتو ان میں سے صرف ایک کا عدالت قاضی میں پیش کرنا درست اور کافی ہوگا۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر کے مطابق صرف ایک وکیل کا مقدمہ پیش کرنا درست اور جائز نہیں ہے کیونکہ مقدمہ کو مضبوط کر کے پیش کرنے میں رائے مشورے کی ضرورت پڑتی ہے اور مؤکل ان دونوں کیرائے پر راضی ہوا ہے۔ لہذا ان میں سے صرف ایک کی رائے پر اکتفا کرنا درست نہ ہوگا بلکہ دونوں کی رائے کا جمع ہونا ضروری ہوگا۔

وکیل بلخصومت، وکیل بلقبض ہوگا یا نہیں[155]؟

احناف کا مسلک: احناف میں سے امام صاحب اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ وکیل بالخصومت قبضہ کرنے کا بھی وکیل ہوگا۔ پس اگر مدعی علیہ پر قرضہ ثابت ہوگیاتو یہ وکیل بلخصومت اس قرضے کو وصول کرنے کا وکیل ہوگا۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر کے نزدیک وکیل بالخصومت وکیل بالقبض نہیں ہوگا۔امام زفر فرماتے ہیں کہ خصومت اور قبضہ میں تغامر ہے کیونکہ خصومت وہ قول ہے جو اظہار حقوق کے لئے بولا جاتا ہے اور قبضہ فعل حسی ہے اور مؤکل وکیل کے خصومت کر نے پر راضی ہوا ہے اس کے قبضہ کرنے پر راضی نہیں ہوا کیونکہ خصومت کے لئے ایسا ادمی منتخب کیا جاتا ہے جو تیز طرار اور چالاک ہو اور قبضہ کے لئے امانتدار آدمی کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ پس جو آدی خصومت کی صلاحیت رکھتا ہے لوگ عادۃً اس کی امانت و دیانت پر راضی نہیں ہوتے۔ لہذا ثابت ہوا کہ موکل وکیل کی خصومت پر تو راضی ہے لیکن اس کے قبضہ کرنے پر راضی نہیں ہے اور جب مؤکل وکیل بالخصومت کے قبضہ پر راضی نہیں ہے تو وکیل بالخصومت وکیل بالقبض بھی نہ ہوگا۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ آج کل فتوی امام زفر کے قول پر ہی دیا جائے گا کیونکہ آج کل وکیلوں میں خیانت زیادہ ہوگئی

[155] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج6 ص24

بسااوقات ایساہوتاہے کہ ایک وکیل کی خصومت پر تواعتماد واطمینان ہوتاہے لیکن اس کے مال وصول کرنے پر اطمینان نہیں ہوتا۔ایسی صورت میں اس کو خصومت کاوکیل توکیاجاسکتاہے لیکن قبضہ کاوکیل نہیں کیاجاسکتا۔ بہرحال جب یہ بات ہے توفتوی یہی کہ خصومت کاوکیل خصومت ہی کاوکیل رہے گااور قرضہ پر قبضہ کرنے کاوکیل نہ ہوگا۔

وکیل کااپنے مؤکل کے خلاف اقرار

احناف کے مطابق:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر خصومت کے وکیل نے اپنے مؤکل کے خلاف قاضی کی عدالت میں اقرار کیاتووکیل کایاقرار مؤکل کے خلاف جائز ہے۔وکیل اگر مدعی کاہوتووکیل کے اقرار کامطلب یہ ہے کہ مدعی یعنی مؤکل نے مال پر قبضہ کرلیا ہےاوراگر مدعی علیہ کاوکیل ہوتواقرار کامطلب یہ ہے کہ وکیل اپنے مؤکل یعنی مدعی علیہ پر وجوب مال کااقرار کرلے اوراگر قاضی کی عدالت کے علاوہ کسی دوسری جگہ اقرار کیاتویہ اقرار ناجائزہےاور حکم یعنی قاضی کی مجلس میں جوازاور غیر قاضی کی مجلس میں عدم جواز کاحکم طرفین کے نزدیک استحسان ہے لیکن وکیل جب غیر قاضی کے پاس اقرر کرے گاتووہ وکالت سے نکل جائے گااور وکیل کومال نہیں دیاجائے گایعنی اگروکیل مدعی کی طرف سے ہواور غیر قاضی کے پاس اس بات کااقرار کرے کہ مدعی نے مال پر قبضہ کرلیاہے توطرفین کے نزدیک استحساناا گرچہ یاقرار جائز نہیں ہے لیکن وکیل وکالت سے خارج ہوجائے گااور مدعیہ علیہ پر مال ثابت ہونے کی صورت میں وکیل کویہ مال نہیں دیاجائے گاکیونکہ وکیل کے خیال کے مطابق مدعی اپنے دعوی میں جھوٹاہے۔پس جب مدعی کے بارے میں وکیل کایہ خیال ہے تویہ مدعی کاوکیل کیسے ہوسکتاہےاور جب مدعی کاوکیل نہیں رہاتویہ مال پر قبضہ کرنے کامجاز بھی نہ ہوگا۔

حضرت امام ابویوسف:

حضرت امام ابویوسف نے فرمایاکہ وکیل کااقراراس کے مؤکل پر جائزہے اگرچہ وکیل غیر مجلس قاضی میں اقرار کرے یعنی مجلس قاضی اور غیر مجلس قاضی دونوں صورتوں میں وکیل کااقرار معتبر ہے۔

امام زفر کے مطابق:[156]

---

[156] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ج6ص24

امام زفر کے نزدیک مجلس قاضی اور مجلس غیر قاضی، دونوں صورتوں میں وکیل کا اقرار اس کے مؤکل کے خلاف جائز نہیں ہے۔اس کے قائل امام مالک، امام احمد اور ابن ابی لیلی ہیں۔اور یہی قیاس کا مقتضی بھی ہے۔ قیاس کی وجہ اور امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ خصومت کا وکیل خصومت یعنی جھگڑا کرنے کا وکیل ہے اور اقرار جھگڑے کی ضد ہے اس لئے کہ خصومت ایسے کلام کا نام ہے جو دو آدمیوں کے درمیان مشاجرۃ اور منازعت (جھگڑے) کے طور پر واقع ہو اور اقرار ایسے کلام کا نام ہے جو مسالحت اور موافقت کے طور پر واقع ہو اور ان دونوں کا باہم متضاد ہونا ظاہر ہے۔ بہر حال اقرار خصومت کی ضد ہے اور امر بالشی، شئی کی ضد کو شامل نہیں ہوتا۔ لہذا وہ وکیل جس کو خصومت کرنے پر مامور کیا گیا ہے وہ فقط خصومت (جھگڑا) کرنے کا مجاز ہو گا اور اس کی ضد یعنی اقرار کرنے کا مجاز نہ ہو گا اور جب وکیل بالخصومت اقرار کا مجاز نہیں ہے تو اس کا اقرار مجلس قاضی اور غیر مجلس قاضی دونوں میں جائز اور معتبر نہ ہو گا۔

الاستثناء

معنی ومفہوم:

اقرار واستثناء کی کیفیت: احناف کا مسلک: مقر نے جس چیز کا اقرار کیا ہے۔اس میں سے بعض کا استثناء کرنا صحیح ہے۔ بشر طیکہ متصلا ہو۔ خواہ استثناء کم ہو یا زائد ہو۔اب جو کچھ باقی رہے گا وہ مقر پر لازم ہو گا۔ لیکن کل کا استثناء کرنا صحیح نہیں فاسد ہے۔ کیونکہ استثناء کے بعد کچھ نہ کچھ باقی رہنا ضروری ہے۔

امام زفر کے مطابق:

امام زفر کے نزدیک کم استثناء تو صحیح ہے لیکن اکثر کا استثناء درست نہیں۔[157]

کتاب المضاربہ

مضارب اگر آگے کسی کو مضارب بنائے:

احناف کا مسلک: جب مضارب کسی کو مال دے مضاربت پر حالانکہ اس کو رب المال نے اس کی اجازت نہیں دی تھی تو صرف دینے سے ضامن نہ ہو گا اور نہ مضارب ثانی کے تصرف کرنے سے یہاں تک کہ وہ نفع کمائے پس جب اس

[157] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج8، ص344

نے نفع اٹھایاتواول رب المال کے لئے ضامن ہو گا۔ ی یہ امام ابو حنیفہ سے حسن کی روایت ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب دوسرے نے مال سے کام شروع کیاتواول ضامن ہو گیادوسرے کو نفع ہو یانہ ہو۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر فرماتے ہیں مال دوسرے مضارب کو دینے سی ہی ضامن ہو جائے گا۔ چاہے دوسرے مضارب کو نفع ہو یہ نہ ہو۔

اور پہلے مضارب پر ضمان لازم آئے گا۔[158]

رب المال کا تجارت کی غرض سے مضارب سے کل مال یا بعض مال لینا

احناف کا مسلک: اگر مضارب کل مال مضاربت یا بعض مال مضاربت رب المال کو بطور بضاعت دے دے اور وہ خرید و فروخت کرے توائمہ ثلاثہ احناف کے نزدیک اس سے عقد مضاربت فاسد نہیں ہوتا۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر کے نزدیک ایسا کرنے سے یہ معاہدہ فاسد ہو جاتا ہے۔

کیونکہ رب المال اپنے مال میں بذات خود متصرف ہوا۔ پس وہ اس میں وکیل نہیں ہو سکتا۔ تو گویا اس نے مضارب سے اپنا مال واپس لے لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ابتدا مضاربت میں رب المال کے ذمہ کام کرنا شرط ہو تو مضاربت صحیح نہیں ہوتی

رب المال اور مضارب میں معاہدہ طہ ہونے کے بعد اختلاف

اختلافی صورت یوں ہو گی کہ مضارب کے پاس دو ہزار درہم ہیں۔ ایک ہزار تو آپ نے مجھے دیئے تھے اور ایک ہزار میں نے نفع کمایا ہے۔ جبکہ رب المال یہ کہتا ہے کہ میں نے آپکو دو ہزار دیئے تھے۔ اب کس کی بات معتبر ہو گی۔

احناف کا مسلک: ائمہ احناف کے ہاں مضارب کی بات قابل اعتبار اور معتبر سمجھی جائے گی۔

---

[158] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج8، ص461

امام زفر کا تفرد:

امام زفر کے ہاں رب المال کا قول مقبول ہوگا اور مضارب کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا۔ یہی امام زفر کا قول ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مضارب رب المال پر نفع میں شرکت کا مدعی ہے اور رب المال اس سے منکر ہے اور قول منکر ہی کا مانا جاتا ہے [159]

رب المال اور مضارب کا آپس میں عقد اور مرابحہ کی صورت

مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے کو بیع مضاربت کرنے کے لئے دس روپے دیئے اور آدھے آدھے نفع کی شرط کی یعنی جس قدر نفع ہوگا وہ رب المال اور مضارب دونوں کے درمیان مشترک ہوگا نصف رب المال کا اور نصف مضارب کا ہوگا پس مضارب نے ان دس روپوں کا کپڑا خرید کر رب المال کے ہاتھ پندرہ روپے میں فروخت کر دیا اب رب المال اگر اس کپڑے کو بیع مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو ساڑھے بارہ روپوں پر مرابحہ کرے گا یا پندرہ روپے پر مرابحہ کرے گا۔

احناف کا مسلک:۔

احناف کے نزدیک وہ پندرہ رپوں پر رب المال مرابحہ کر سکتا ہے۔ یہ جائز ہے۔

امام زفر کا تفرد:۔[160]

امام زفر کے نزدیک پندرہ رپوں پر رب المال کا مرابحہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک صورت میں یہ مرابحہ جائز ہے۔ یعنی رب المال یہ کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو ساڑھے بارہ روپے میں پڑا ہے اور میں اس پر اس قدر نفع لوں گا دلیل یہ ہے کہ بیع مرابحہ کا بنی خیانت اور شبہ خیانت سے بچنے پر ہے اور رب المال کے اس کپڑے کو پندرہ روپے پر مرابحہ کر کے فروخت کرنے میں شبہ خیانت موجود ہے کیونکہ مال مضارب میں اگر کچھ نفع حاصل ہو گیا ہو تو مضارب کا رب المال کے ہاتھ اور رب المال کا مضارب کے ہاتھ بیچنا بالاتفاق جائز ہے اور اگر کچھ نفع حاصل نہ ہوا ہو تو مضارب کا رب المال کے ہاتھ اور رب المال کا مضارب کے ہاتھ بیچنا امام زفر کے نزدیک نا جائز ہے امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ بیچ مبادلۃ المال بالمال کا نام ہے اور یہ اس وقت متحقق ہو گا جب کہ آدمی اپنے مال کا

---

[159] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج8، ص481

[160] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج10، ص102

تبادلہ دوسرے کے مال سے کرے اور اگر اپنے مال سے اپنے ہی مال کا مبادلہ کیا تو بیع متحقق نہ ہوگی اور یہاں یہی صورت ہے کیونکہ جب مضارب نے دس روپے کا تھان خرید کر رب المال کے ہاتھ بیچا تو گو یا رب المال نے اپنا مال اپنے مال کے عوض خریدا اس لئے کہ تھان بھی رب المال کا مال ہے اور پندرہ روپے جن کے عوض خریدا ہے وہ بھی رب المال کا مال ہے اس مضارب اور رب المال کے درمیان میں بیع موجود نہ ہو گی۔

رب المال اور مضارب میں مضاربت کی اقسام میں اختلاف

اختلاف کی صورت: رب المال اگر دعوی کرے کہ میں نے مضاربت ایک خاص قسم میں قرار دی تھی اور مضارب یہ کہتا ہے کہ آپ نے تجارت کی کوئی خاص قسم بیان نہیں کی تھی تو مضارب کا قول معتبر ہو گا یا رب المال کا

ائمہ احناف کا مسلک: اگر دونوں میں یعنی مضارب اور رب المال میں تجارتی اقسام کے حوالے سے اختلاف ہو جائے تو مضارب کا قول اس کی قسم کے ساتھ قابل قبول ہو گا۔

امام زفر کا تفرد:

امام زفر فرماتے ہیں کہ اگر دونوں میں یعنی مضارب اور رب المال میں تجارتی اقسام کے حوالے سے اختلاف ہو جائے تو رب المال کا قول معتبر ہو گا۔ کیونکہ اجازت کا استفادہ اسی کی طرف سے ہوتا ہے [161]

کتاب الودیعۃ

مودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی) کا ودیعت دینے سے انکار کرنا یا مخالفت کرنا

مسلک احناف: اگر مالک نے اپنی ودیعت طلب کی اور مودع نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس کوئی ودیعت نہیں ہے تو مستودع اس کا ضامن ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر اس کے بعد ضائع ہو جائے تو اس کو ودیعت کا تاوان دینا ہو گا اس لئے کہ جب مالک نے اس سے ودیعت کی واپسی کا مطالبہ کر لیا تو اس نے امانتی حفاظت سے مودع کو معزول کر دیا تو اس کے بعد وہ ودیعت روکنے میں غاصب ومانع ٹھہرا لہذا ضامن ہو گا۔

---

[161] البنایۃ شرح الھدایۃ، ج10، ص104

اسی طرح اگر انکار نہیں کرتا لیکن مخالفت کرتا ہے۔اور پھر دونوں کے درمیان مخالفت موافقت میں تبدیل ہو جائے تو عقد باقی رہے گا ٹوٹے گا نہیں۔

امام زفر کا تفرد:

اگر مالک نے اپنی ولعیت طلب کی اور مودع نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس کوئی ودیعت نہیں ہے تو مستودع اس کا ضامن ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر اس کے بعد ضائع ہو جائے تو اس کو ودیعت کا تاوان دینا ہو گا اس لئے کہ جب مالک نے اس سے ودیعت کی واپسی کا مطالبہ کر لیا تو اس نے امانتی حفاظت سے مودع کو معزول کر دیا تو اس کے بعد وہ ودیعت روکنے میں غاصب ومانع ٹھہرا لہذا ضامن ہو گا۔[162]

اسی طرح اگر انکار نہیں کرتا لیکن مخالفت کرتا ہے۔اور پھر دونوں کے درمیان مخالفت موافقت میں تبدیل ہو جائے تب بھی عقد باقی نہ رہا ٹوٹ گیا۔

شرکت

مال میں مساوات اور نفع میں تفاضل:

امام زفر کا تفرد:

امام زفر فرماتے ہیں کہ اگر دونوں شریکوں کا مال برابر ہو اور ان میں سے ایک کے لئے مال کے تناسب سے زائد نفع ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔[163]

(ناجائز ہونے کی وجہ)

کیونکہ نفع میں مال کی وجہ سے استحقاق ہوتا ہے۔لہذا وہ (نفع) رأس المال (اصل لاگت) کے تناسب سے ہو گا۔

احناف کا مسلک:

---

[162] العناية شرح الهداية، ج8، ص490

[163] ،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج6 ص62

احناف یہ فرماتے ہیں کہ اگر دونوں شریکوں کا مال برابر ہو اور ان میں سے ایک کے لئے مال کے تناسب سے زائد نفع ہو تو یہ جائز ہے۔

(جائز ہونے کی وجہ)

نفع میں استحقاق تین اشیاء (مال، عمل، ضمان یعنی تاوان) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ خواہ دونوں شریک عمل کریں یا ان میں سے ایک شریک عمل کرے برابر ہے اور ان دو شریکوں کے درمیان "نفع" طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہوگا۔ کیونکہ شرکت اعمال میں نفع کا استحقاق عمل کی شرط کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ مل کے وجود کے باعث۔

شرکت میں مال کی جنس و وصف کا مختلف ہونا:

احناف کا مسلک:

شرکت میں مال کی جنس و وصف کا مختلف ہونے سے شرکت جائز و صحیح رہے گی۔

امام زفر کا تفرد:

شرکت میں مال کی جنس و وصف کا مختلف ہونے سے شرکت ناجائز و غیر صحیح ہوگی۔[164]

وجہ:۔ اختلاف وصف و جنس پر مال کی شرکت کے حوالے سے امام زفر فرماتے ہیں کہ اس صورت (اختلاف وصف و جنس پر مبنی مال میں) شرکت جائز نہیں ہے تاوقتیکہ اس (وصف و جنس مختلف) کا خلط (ملانا جلانا) نہ کیا جائے۔ کیونکہ شرکت اختلاط (ملانا) کی خبر دیتی ہے اور جب تک دونوں مال (وصف و جس کے باعث) ممتاز و جدا ہوں تو اختلاط (ملانا) حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ یوں شرکت کے معنی کا تحقق (ثبوت) نہ ہوا۔ نیز یہ کہ شرکت کے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ مال کی ہلاکت کا تحقق (ثبوت) دونوں شریکوں کے مال میں ثابت ہو اور وہ خلط (ملانا کے بغیر نا ممکن ہے اور یہ (خلط) شرکت کا متقاضی ہے۔

بغیر مال کے عمل میں شرکت:

امام زفر کا تفرد:

---

164 بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج6ص60

امام زفر فرماتے ہیں کہ اگر دو کاریگر یا مزدور باہم شرکت اس شرط پر کریں کہ ان دونوں کی کمائی مشترکہ ہو تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یا ایسی شرکت ہے جس سے بصورت نفع مال میں اضافے کے حوالے سے شرکت کا مفاد حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے بھی کہ حصول نفع کے لئے راس المال مستلزم ہے اور مال کی شرکت پر نفع کی شرکت مبنی ہے۔[165]

[165] محمد بن محمد بن محمود، أکمل الدین أبو عبد اللہ ابن الشیخ شمس الدین ابن الشیخ جمال الدین الرومی البابرتیو العنایۃ شرح الھدایۃ، ج6، ص186، دار الفکر

باب سوم

فصل ثانی: مالی معاہدات میں امام زفر کے تفردات کا تجزیہ اور ان سے عصری استفادہ

بیع الاجارہ کا بیان

اجارہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مطلب ہے اجرت دینا

فقہاء کی اصطلاح میں

اجارہ سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس میں ایک متعین چیز کے مخصوص فائدہ کو محدود مدت تک معلوم عوض کے بدلہ دیا جائے یا کسی عمل کے بدلہ عوض ادا کیا جائے۔[166]

اجارہ ایک ایسا معاہدہ ہوتا ہے جس کی ضرورت ہر انسان کو مختلف وجوہات کی بنا پر اور فوائد کے حصول کے لیے اکثر پیش آتی ہی ہے اور اس معاہدے میں انسان دوسرے کے ساتھ گھنٹوں روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ یا سالانہ اجرت کا معاملات طے کرتا ہے۔ اس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس کے بارے میں اسلامی احکام اور تعلیمات سے آشنائی انتہائی ضروری اور اہم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف جگوں اور وقتوں میں جو معاملہ یا معاہدہ بھی لوگوں کے مابین اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے طے کیا جائے گا، اس میں فوائد کا حصول زیادہ اور نقصانات کا خطرہ انتہائی کم ہو گا۔

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت اجارہ کے احکام و مسائل

اجارہ فریقیین (مالک اور مستاجر) کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے جو کہ اصل میں بیع ہی کی ایک قسم بنتی ہے۔ لہذا اس کا حکم بھی بیع والا ہی ہو گا ہے۔ دونوں میں سے کسی بھی فریق کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی اجازت اور رضامندی کے بغیر ہی یہ معاہدے فسخ قرار دے البتہ اگر معاہدے کے بعد اس چیز میں کسی عیب کا علم ہوا تو مستاجر کو فسخ کا حق حاصل ہے

---

[166] البھوتی، حاشیہ ابن عثیمین، الروض المربع شرح زاد المستقنع، دار المؤید، موسسۃ الرسالۃ، 2008ء، ص:318

مشترک مزدور وہ ہے جس کے لیے کام کی اجرت طے ہوئی تھی لیکن وہ صرف اسی کا کام نہیں کرتا بلکہ اس نے بیک وقت نہت سے افراد کے کام کی ذمہ داری قبول کی ہوئی ہے۔ اجیر مشترک نقصان کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ کام کیے بغیر اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ لہذا اس کام کی ذمہ دری اسی پر ہے

'اجرت عقد کے ساتھ ہی لازم ہو جاتی ہے البتہ ادائیگی اس وقت لازم ہوگی جب وہ اپنا کام مکمل کرے گا یا آجر منفعت حاصل کرے گا یا کرائے پر دی ہوئی شے واپس کرے گا۔ نیز مدت معاہدہ گزر جائے اور مانع بھی کوئی نہ ہو کیونکہ اجیر اجرت تب لے گا جب وہ اپنا کام مکمل کرلے گا۔ واضح رہے اجرت ایک معاوضہ ہے اور معاوضہ تبھی ملتا ہے جب کام مکمل ہو

اجارہ تب صحیح ہوگا جب عاقدین کا اس عقد پر راضی ہونگیں۔ اسی لئے مکرہا گر اجارہ کرتا ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے یعنی جس کو زور وزبردستی کے ساتھ عقد اجارہ پر مجبور کیا گیا ہو۔ اس زبردستی کی وجہ سے اس کا یہ عقد اجارہ فاسد ہوگا اور عقد نافذ العمل نہیں ہوگا اور جب عقد کرنے والے کے اکراہ کو دور کر دیا جائے گا اور وہ رضامندی سے اس عقد اجارہ پر راضی ہو گیا تو یہ عقد اجارہ صحیح ہو جائے گا۔ [167]

جس شیٔ کو اجارہ پر دیا جارہا ہو اس کو متعین کرنا ضروری ہے۔ عدم تعیین اور عدم تمیز دونوں وجوہات کی بنا پر عقد اجارہ صحیح نہیں ہوگا[168]

ہر وہ شہ جس کو کرایہ پر دیا جارہا ہے اس چیز میں یہ بتانا لازمی ہے کہ اس کو کس مقصد اور کام کے لیے استعمال کیا جائے گا مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مکان کرایہ پر لیتا ہے تو کرایہ دار کے لئے لازمی ہے کہ وہ یہ بتائے کہ اس کو رہائش کے لیے استعمال کیا جائے گا یہ رنگ سازی کے لیے یا فیکٹری کے لیے

جو عقد اجارہ اصلا درست ہو لیکن وصفا درست نہ ہو اس کو اجارہ فاسدہ کہا جاتا ہے یعنی ہر وہ شرط جو کہ متقضآئے عقد کے برعکس ہو جیسا کہ اجرت پر لی گئ شئہ کے اندر جہالت پائی[169] جائے یا اجرت مجہول ہو یا مدت معلوم نہ ہو یا عمل جس پر اجارہ کیا جارہا ہے وہ مجہول ہو۔ بلکل اسی طرح اجرت پر لی ہوئی چیز مشترک ہو اور ایک شریک اپنے مشترکہ حصہ کو کرایہ پر دے دیں۔ ان تمام کی تمام صورتوں میں اجارہ فاسدہ ہو جاتا ہے۔ مالکیہ، شوافع، حنابلہ ابن حزم اور حنفیہ میں امام زفر فرماتے ہیں کہ اجارہ فاسدہ میں اجرات مثل واجب ہوگی خواہ کتنی ہی ہو۔ [170]

---

167 سلیم رستم باز اللبناني ، شرح المجلہ، ج2۔ ص531، زحیلی، وہبہ بن مصطفی زحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج:4، ص736۔

168 فتاوی عالمگیریہ، ج،4ص411، بدائع الصنائع، ج:4، ص:180-

169 ھدایتہ لاامام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی مطبع ادارہ القرآن والعلوم السلامیہ کراتشی پاکستان 171

170 ابن شہاب شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ، نھایت المحتاج،

مروجہ اجارہ کی صورت

اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ شرعی اجارہ سے صورت میں بہت مختلف ہے۔اسے اجارہ المنتہیہ بالتملیک (Hire Purchase) کہتے ہیں۔یعنی کرایہ کا ایسا معاہدہ جس کے آخر میں چیز کی ملکیت کرائے دار کو منتقل ہو جائے اجارہ کی یہ صورت فقہاء نے ذکر نہیں کی اور نہ ہی اس طرح اجارہ کا تصور فقہاء نے دیا۔بلکہ اس کا آغاز سب سے پہلے امریکہ میں 1905 میں ہوا۔[171]

مروجہ اجارہ میں ملکیت کے انتقال کی صورتیں

اسلامی بینکوں میں کئے جانے والے اجارہ کے معاہدے میں گاڑی یا گھر کی ملکیت پہلے بینک حاصل کرتا ہے پھر اسے صارف کو کرایہ پر دیتا ہے۔کرایہ کی مدت کے اختتام پر ملکیت منتقل کرنے کی منتقلی بینک اپنے صارف سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر اس نے مقررہ مدت تک کرایہ ادا کیا تو بینک اسے مزکورہ چیز ہدیہ کر دے گا۔یعنی کرایہ کا معاہدہ اور اس معاہدہ میں ہدیہ کا وعدہ کرایہ کا معاہدہ اور اس معاہدہ میں بیچنے کا وعدہ اول الذکر صورت بالا اتفاق حرام ہے کیونکہ اس میں ایک ہی چیز پر بیک وقت دو معاہدوں کو ملا دیا گیا ہے جس سے بہت سی شرعی مخالفتیں جنم لیتی ہے اور اب یہ صورت اسلامی بینکوں میں موجود نہیں ہے

مروجہ اجارہ اور شرعی اجارہ میں بنیادی فرق

شرعی اجارہ میں مطلوبہ سامان موجر (کرایہ لینے والا) کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کے پاس موجود ہوتا ہے جب کہ مروجہ اجارہ میں مطلوبہ سامان بینک کے پاس موجود نہیں ہوتا بلکہ وہ بعد میں خرید کر اسے صارف کے حوالے کرتا ہے

شرعی اجارہ میں موجر کا مقصود سامان کی ملکیت اپنے پاس رکھ کر صرف اس کی مخصوص منفعت کو کرایہ پر دینا ہے،اور مستاجر (کرایہ دار) کا مقصد بھی سامان کے عین کا حصول نہیں بلکہ اس کی منفعت کا حصول ہوتا ہے جبکہ مروجہ اجارہ میں بینک کا مقصود صرف منفعت کو کرایہ پر دینا نہیں ہوتا بلکہ سامن بھیچنا ہوتا ہے اور صارف کا مقصد بھی کوئی مخصوص منفعت کا حصول نہیں بلکہ سامان کی ملکیت کا حصول ہوتا ہے۔

مروجہ اجارہ کا شرعی متبادل

---

[171] Wikipedia,(Hire- Purchase)

مروجہ اجارہ کا حقیقی شرعی متبادل قسطوں پر بیع ہے اور اس میں بینک کے لیے یہ سہولت بھی ہے کہ وہ چیز فروخت کرنے کے بعد اس کی ملکیت بطور رہن کے اپنے پاس رکھ لے اور جب اقساط مکمل ہو جائیں تو اس کی ملکیت صارف کو واپس کر دی جائے

خلاصہ کلام

دور حاضر میں اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ شرعی اجارہ سے عملی اور ماہیتی اعتبار سے کافی حد تک مختلف ہے

مروجہ اجارہ در حقیقت بیع کا معاملہ ہے اور اس پر بیع سے متعلق احکامات کا ہی اجرا کیا جائے گا

رائج شدہ اجارے میں چند شرعی خرابیاں مشاہدے میں آتی ہیں

بینک کا صارف سے اجارہ کی ابتداء میں لیا جانے والا وعدہ جس کا قانونا التزام کرایا جاتا ہے یہ وعدہ مروجہ اجارہ کو "بیع مالا یملک" جیسی ممنوع بیع کے حکم میں داخل کر دیتا ہے

بینک کا اجارہ میں مطلوبہ سامان کی خریداری کے لیے صارف ہی کو وکیل مقرر کرنا جو اس معاملے کو سودی تمویل سے مشابہ کر دیتا ہے

بینک کا مروجہ اجارہ میں کرایہ کے تعین میں شرح سود کو معیار مقرر کرنا

اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں صارف پر لگایا جانے والا جرمانہ

بینک کا سامان کی ملکیت کو اپنے پاس رکھنا

اہک معاہدہ میں دو معاہدے کی قباحت

ان تمام شرعی اعتراضات کی موجودگی کے سبب اسلامی بینکوں میں جاری اجارہ کا معاہدہ شرعی لحاظ سے صحیح نہیں۔

کتاب الماذون کا بیان

بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ لین دین کرنے والے دونوں ہی بیع کرنے کہ اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہوں۔ یعنی ہر ایک غلامی سے آزاد ہو، عاقل اور بالغ ہو۔ لہذا بچے، بے وقوف، مجنون اور غلام جسے اپنے آقا کی اجازت حاصل نہ ہو اسکی بیع صحیح نہیں ہوگی اور معتبر بھی نہ ہوگی۔

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (احکام و مسائل)

بیع کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ چیز کو فروخت کرنے والا اس چیز کا مالک ہو یا مالک کے قائم مقام ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام سے فرمایا تھا۔

لا تبع مالیس عندک

جو شے تیری ملکیت میں نہیں اسے فروخت نہ کر[172]

سمجھ دار بچہ (صبی ممیز) اور بے شعور بالغ شخص (سفیہ) ولی کی اجازت کے بغیر نہ ہبہ قبول کر سکتے ہیں اور نہ کوئی وصیت کر سکتے ہیں تاہم بچہ معمولی اشیاء کی خرید و فروخت ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر بھی کر سکتا ہے اسی طرح غلام اور سفیہ بھی ولی کی جازت کے بغیر معمولی اشیاء کی بیع و شراء کا معاملہ کر سکتے ہیں جیسے سبزی کی کوئی گھٹی یا دیا سلائی وغیرہ کیونکہ منفعت کی وجہ ضیاع مال تھا۔ اور معمولی قسم کی چیزوں کی فروخت میں اس طرح کا خدشہ نہیں ہوتا[173] دور حاضر میں غلام کا تصور نہیں ہے لہذا اس حوالہ سے مسلہ کی تفصیل سے اجتناب کیا گیا ہے۔

وکالہ کا بیان

وکالت کے لغوی معنی "سپرد کرنے" کے ہیں

اور شرعی اعتبار سے اس معنی میں ہیں "کسی ایسے معاملے میں جس میں شرعا نیابت ہو سکتی جائز التصرف شخص کا اپنے جیسے شخص کا نائب ہونا"

کتاب و سنت اور اجماع سے وکالت کا جواز ثابت ہے

قرآن مجید میں ہے

(فابعثوا احدکم بورقکم ھذا الی المدینۃ)[174]

چنانچہ اب تم اپنے میں سے کسی کو اپنی یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجو

شرائط وکالت:

---

[172] جامع الترمزی، البیوع، باب، ماجاء فی کرھیۃ بیع مالیس عندہ، حدیث: 1232

[173] البھوتی، منصور بن یونس بن ادریس البھوتی، کشاف القناع عن متن الاقناع، ج 3، ص 141-142،

[174] القرآن، سورہ الکھف: 18-19

جن شخصی حقوق میں کسی کی نیابت ہو سکتی ہو ان میں وکالت درست ہے چناچہ کسی امر کے انعقاد مثلا: بیع، خریداری، اجارہ، قرض، مضاربت وغیرہ یا فسخ، مثلا: طلاق، خلع، عتق، اور اقالہ وغیرہ اسی طرح عبادات میں سے اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کی نیابت ہو سکتی ہے ان میں وکالت درست ہے مثلا، صدقہ کی تقسیم، زکوہ نکالنا نذر، کفارہ، حج اور عمرہ کی ادائیگی وغیرہ۔ حدود نافظ کرنے اور اس کے نفاذ میں بھی وکالت درست ہے

امام زفر کے تفرد کی فقہی افایت (احکام و مسائل)

وکیل بیع کے وقت (خریدار کو فروخت شدہ چیز حوالے کر دے گا لیکن موکل کی اجازت یا اجازت کے قرینے کے بغیر اس کی قیمت وصول نہیں کرے گا۔

جس شخص کو کسی متنازعہ شے کے بارے میں بحث و مجادلہ کے لیے وکیل بنایا گیا ہو، اسے وہ چیز قبضے میں لینے کا اختیار نہیں، لیکن جسے قبضہ اور وصولی کے لیے وکیل بنایا گیا ہے وہ بحث و تکرار کرنے کا حق رکھتا ہے (کیونکہ) بحث و تکرار کے بغیر وہ قبضہ نہیں لے سکتا۔ جیسا کہ امام زفر کا تفرد ہے امام زفر کے نزدیک وکیل بالخصومت وکیل بالقبض نہیں ہو گا۔ کیونکہ خصومت اور قبضہ میں تغامر ہے

وکیل امین ہوتا ہے وکیل سے اگر نقصان ہو جائے اور اس میں اس کی سستی یا زیادتی کا دخل ہو یا اس سے مال طلب کیا جو اس نے بلا عذر نہیں دیا تو وہ ذمہ دار ہو گا۔

امام زفر کے تفرد کی عصری افادیت / مروجہ وکالہ و شرعی وکالہ میں بنیادی فرق

اسلام میں وکالت کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور حدیث و فقہ کی اکثر کتابوں میں اس حوالے سے کتاب الوکالہ کے نام سے مستقل ابواب موجود ہیں جن میں زندگی کے بہت سے شعبوں میں وکالت اور نمائندگی کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے قوانین و ضوابط وضع کیئے گئے ہیں وکالت کی مختلف صورتوں میں ایک قسم "وکیل خصومت" کی بھی ہے جس میں عدالتوں میں مدعی اور مدعا علیہ کی طرف سے پیش ہونے والے وکلاء کو شمار کیا جاتا ہے

فقہ حنفی کی معروف کتاب "ہدایہ میں وکیل خصومت کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کی گئ ہے کہ ہر شخص عدالت میں اپنی بات کو بہتر انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لیے بعض اوقات اسے ایسے کسی شخص کی خدمت حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اس کی بات کو اچھے انداز میں بیان کر سکے۔ اس لیے شریعت میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔

البتہ وکالت کا مروجہ نظام جو اس وقت ہمارے عدالتی سسٹم کا حصہ ہے اس کی بنیاد شرعی قوانین وضوابط پر نہیں بلکہ اینگلو سسٹم پر ہے اور اس کا پورا ڈھانچہ نوآبادیاتی عدالتی نظام کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے تشکیل دیا گیا ہے۔

اس کے لیے اسے اسلامی قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی شرعی قوانین کے نفاذ کے ساتھ اس کی ایڈجسٹمنٹ ہو سکتی ہے۔ یہ ایک سادہ اور بدیہی بات ہے کہ انگریزی عدالتی نظام کے شعبہ وکالت کو اسلامی عدالتی نظام کے ساتھ جوڑا جائے گا تو یہ قطعی طور پر غیر منطقی جوڑ ہوگا۔ جو مثبت نتائج نہیں دے گا۔ ایسا کرنا رائج الوقت سسٹم میں رہے سہے افوائد کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ شرعی قوانین کے تجربے کو بھی ناکامی سے دوچار کر دے گا

چنانچہ اس سلسلے میں مولانا صوفی محمد کی تنقید (**کہ وہ وکالت کے مروجہ سسٹم کو اسلامی تسلیم نہیں کر رہے**) کا اقتباس پیش نظر ہے جس میں ان کا موقف یہ ہے کہ

وکالت کا اختیار حکومت کی بجائے مدعی اور مدعاعلیہ کو ہوگا وکالت کا موجودہ نظام جو کہ ایک ادارہ کی شکل میں موجود ہے، غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے جو کہ ہمیں قبول نہیں ہے وکیل کے لیے ایل ایل بی کی ڈگری مطابق شریعت لازمی نہیں ہے اور نہ ہی مدعی اور مدعاعلیہ پر وکیل کی خدمات حاصل کرنا لازمی ہے قاضی بھی مدعی اور مدعاعلہ کو وکیل کی خدمت کو حاصل کرنے کے لیے نہیں کہے گا شرعی وکیل کا کام صرف مدعی کی طرف سے دعوہ اور مدعاعلیہ کی طرف جواب دعوہ پیش کرنا ہے اور اس کے علاوہ وکیل کا کام دلیل پیش کرنا ہے اس کے علاوہ وکیل کا کام دلیل پیش کرنا نہیں ہے بلکہ دلیل پیش کرنا قاضی کا کام ہے وکیل دعویٰ اور جواب دعویٰ پیش کرنے کے بعد دلیل اور نقطہ پیش نہیں کرے گا مختصر یہ کہ وکالت کا موجودہ طریقہ کار جو کہ ملک میں مروجہ ہے غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے مدعی اور مدعاعالیہ جو وکیل مقرر کرے گا وہ کوئی بھی شخص ہو سکتا ہے جس پر اس کا اعتماد ہو اور اس کے لیے وکالت کی ڈگری یا کسی اور تعلیمی استعداد کی ضرورت نہیں ہے۔

ڈیڑھ سو سال کے اس عرصہ میں حالات میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ عالمی عرف اور روایات کا منظر وہ نہیں رہا، علاقائی تہذیبی اور کلچر تغیرات کے کئی تھپیڑے سہہ چکے ہیں بے شمار نئے مسائل او ضروریات نے جنم لیا ہے اور دنیا سمٹ کر " گلوبلائزیشن " کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس لیے اختیاری معاملات اور فروعات وجذئیات کے حوالہ سے امام ذفر کے تفردات اور ان میں چھپے مصالح راہنما اصولوں حیثیت رکھتے ہیں جن کو رائج الوقت میں پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

الاستثناء کا بیان

واضح رہے کہ عقد بیع کی مختلف شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مبیع اور ثمن دونوں معلوم ہوں، لہذا اگر معاملہ کرتے وقت ان دونوں میں سے ایک مجہول ہو اور جہالت بھی ایسی ہو کہ جس سے جگڑا پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو شرعا اس طرح

بیع کرنا ممنوع وفاسد ہے۔ چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "الثنیا" سے منع فرمایا جس کے معنی مبیع سے کسی غیر متعین چیز کا استثناء کرنا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ نھی عن المحاقلۃ والمزابنۃ والمخابرہ والثنیا الاان تعلم[175]

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، محابرہ اور بیع میں کچھ چیزوں کو مستثنیٰ کرنے سے منع فرمایا الا یہ کہ استثناء کی ہوئی چیز معلوم ہو

اسکی صورت ایسے ہے کہ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنا فلاں باغ بیچتا ہوں مگر اس کے کچھ درخت شامل نہیں ہیں اور ان درختوں کو بھی واضح نہ کرے تو یہ درست نہیں کیونکہ مستثنیٰ کئے ہوئے درخت مجہول ہیں اور اگر تعیین کر دے تو جائز ہے

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت (استثناء کے احکام ومسائل)

اقرار میں استثناء کی صحت کے لیے اس کا الفاظ میں متصل ہونا شرط ہے اگر اس نے کہا "میں نے اس کے سو روپے دینے ہیں" پھر اگر اس نے اتنی دیر سکوت اختیار کیا کہ اس وقفہ میں کوئی بات کرنا ممکن تھی (لیکن نہ کی) پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا" کھوٹے یا ادھار" تو اس کے ذمے سو روپے کھرے اور نقد ہوں گے۔ سکون اختیار کرنے کے بعد اس نے جو کیا وہ قابل التفات نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ حیلہ کر کے ایک ایسے حق کو ختم کر رہا ہے جس کی ادائیگی اس پر لازم ہے

اگر کسی بندے نے ایک چیز بیچ دی یا ہبہ کر دی یا لونڈی، غلام کو آزاد کر دیا اور پھر اس بات کو مانتے ہوئے کہا یہ چیز فلاں شخص کی تھی تو اس کی بات قبول نہ ہو گی۔ اور یہ معاملہ اگر بیع کا معاملہ ہے تو وہ فسخ نہ ہو گی کیونکہ یہ اقرار کسی اور کے بارے میں ہے۔ البتہ اس پر ضروری ہو گا کہ جس کے حق کا اقرار کیا تھا اس کا نقصان پورا کرے کیونکہ اس کے تصرف کی وجہ سے وہ مال مالک کے ہاتھ سے نکل گیا۔

مجمل چیز کا اقرار کرنا درست ہے یعنی جس کے اندر اقرار کرنے والے کے نزدیک دو یا زیادہ چیزوں میں سے کوئی بھی مراد لیے جانے کا اندیشہ ہو مثلاً جب کسی انسان نے کہا "میں نے فلاں شخص کو کوئی شے ادا کرنی ہے" تو اس کا اقرار درست ہو گا۔ البتہ اقرار کرنے والے کو اقرار کی وضاحت کرنے کا کہا جائے گا تا کہ اس کی ادائیگی اس کے ذمے لازم اقرار دی جا سکے۔

اگر کسی نے کہا میں نے فلاں شخص کے ایک ہزار روپے سے کم دینے ہیں تو استثناء کی مقدار نصف سے کم سمجھی جائے گی جیسا کہ امام زفر کا تفرد ہے کہ کم استثناء تو صحیح لیکن کل/اکثر کا استثناء درست نہیں

---

[175] ابو عیسی محمد بن ترمذی، سنن الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی النھی عن الثنیاء، حدیث نمبر: 1310۔ قاہرہ، مصر، 1419/1999

اگر کسی نے کہااس دیوار سے لے کراس دیوار تک فلاں کی زمین ہے تواس اقرار میں دیواریں شامل نہیں استثناء میں امام زفر کے تفرد کی افادیت احتمال نزاع کو دور کرنے کی ہے جیسا کہ بدائع الصنائع کی مندرجہ ذیل عبادت سے صاف ظاہر ہے۔

(ان یکون المبیع معلوم وثمنہ معلوما علمایمنع من المنازعتہ فان کان احدھما مجھولا جھالت مفضیتہ الی المنازعتہ فسد البیع)[176]

کتاب المضاربہ

یہ بات واضح ہے کہ دولت میں اضافہ کرنے اوراسے زیادہ کرنے کے لیے اسے کسی بزنس میں لگایا جاتا ہے۔اور یہ بات بھی واضح ہے کہ دنیامیں اکثرلوگ ایسے ہوتے ہیں اور ہر دور میں رہے ہیں جن کے پاس مال تو بہت زیادہ موجود ہوتا ہے۔ لیکن وہ کاروبار کرنے کی اہلیت اور صلاحیت سے نابلد ہوتا ہے اور وہ کاروبار بھی کرناہی نہیں چاہتے اور دوسری جانب یہ حال ہے کہ لوگ تو موجود ہیں جو کہ کاروباری مہارت تو رکھتے ہیں لیکن وسائل کی کمی ہوتی ہے ان کے پاس سرمایہ بھی نہیں ہوتا ۔لہذا ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ جس سے یہ مقصد حاصل ہوسکے کہ جن افراد کے پاس مال نہیں ہے وہ ان دوسرے لوگوں سے مال لے کر اس سے بزنس کو وسیع کر سکیں اور ترقی دے سکیں جن لوگوں کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ مال واسباب موجود ہو اور اس کا فائدہ سرمایہ کار کو بھی پہنچے۔

اسلام کی آمد سے پہلے عرب ثقافت میں اسکی دو صورتیں ملتی ہیں۔

مالدار ضرورت مند کو مال دے کر اس کا ایک خاص کرایہ وصول کرتا ہے اسلام میں یہ صورت کلی طور پر باطل اور حرام ہے ۔کیونکہ مال یا پیسہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کی اجرت لی جاسکے۔لہذا قرآن نے اسے سود اقرار دیا اور اس پر پابندی بھی لگا دی۔

مالدار اس شرط پر مال دیتا ہے کہ کام سے جو نفع ہوگا وہ اس کے کاروباری فریق کے درمیان ایک متعین فیصد سے تقسیم ہوگا۔اس طریقہ کو مضاربہ کا نام دیا جاتا ہے جس کا لغوی معنی "سفر کرنا" اور اس کا نام مضاربہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ کاروباری فریق اپنی سفری کوشش اوور محنت کے بدلے نفع کا حق دار بنتا ہے۔اسلامی شریعت نے بھی اس طریقہ کار کو برقرار رکھا اور بعض شرائط اور پابندیوں کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔

---

[176] علامہ کاسانی، علاء الدین ابو بکر مسعود بن احمد الکاسانی، بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل فی شروط الصحت ج:6، 592۔الناشر، دار الکتب العلمیہ، 2003/1424

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت

معاملہ مضاربت میں عاقدین کے نفع کا تعین شرط ہے اس لیے کہ یہ عقد نفع کی خاطر کیا جاتا ہے اگر وہ مجہول ہے تو عقد ہی مجہول ہو گا۔ لہذا ضروری ہے کہ متعین کر دیا جائے کہ صاحب مال کا نفع کتنا ہو گا اور مضارب کا کتنا لیکن مضاربت کا معاملہ اکثر مطلقا طے پایا جاتا ہے اور نفع کی تعین نہیں ہوتی مثلا صاحب مال یہ کہتا ہے کہ نفع ہمارے درمیان مشترک ہو گا تو عاقدین کے مابین نفع کی تقسیم برابری کی بنیاپر ہو گی[177]

مضاربت میں شرط ہے کہ مضاربت کا حصہ نفع سے مقرر کیا جائے کا حصہ صاحب مال اپنے سرمائے سے مقرر کرتا ہے تو یہ جائز نہیں[178]

مالک مال اور مضارب کا اختلاف:

اگر مالک مال اور مضارب کا اختلاف نفع کی شرح میں ہو جائے مثلا صاحب مال کہتا ہے کہ نفع کی شرح ساٹھ اور چالیس فیصد کے تناسب سے طے پائی تھی جبکہ مضارب کہتا ہے نصف نصف تھی تو اب صاحب مال کی بات معتبر ہو گی کیونکہ منافع کا استحقاق شرط لگانے سے ہوتا ہے اور شرائط کا تعین عموما صاحب مال کی جانب سے کیا جاتا ہے۔[179]

درج بالا صورت اس وقت ہے جب گواہ نہ ہوں اور اگر کسی فریق کے پاس دو گواہ موجود ہوں تو اوسی بات کا اعتبار کیا جاے گا۔[180]

اگر مضاربت فاسد ہو جائے تو مال کا نفع مال کے مالک کو ملے کیونکہ جو نفع حاصل ہوا ہے وہ اسی کے مال سے حاصل ہوا ہے کام کرنے والے کو مزدوری کی وہ اجرت ملے گی جو عام مزدور کو ملتی ہے کیونکہ اس کا استحقاق شرط کے ساتھ تھا جو مضاربت میں فساد کی وجہ سے فاسد ہو گئی۔ جب تک عقد مضاربت قائم رہے، منافع تقسیم نہیں کیا جائے الا یہ دونوں تقسیم پر رضامند ہوں کیونکہ نفع کی وجہ ہی سے راس المال محفوظ رہتا ہے اور کسی تجارتی معاملے میں نقصان بھی ہو سکتا ہے

امام زفر کے تفرد کی روشنی میں مضاربہ کے اصول وضوابط/مروجہ صورتیں

پہلا اصول:

---

[177] الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، حافظ بک ڈپو 1990، ص 76/4۔

[178] الجزیری، علامہ عبدالرحمان، کتاب الفقہ۔ ص: 3/73۔

[179] علامہ المرغینانی، الہدایہ، ص 212/3۔

[180] ایضا ــــــــــــ

فقہ کے اصول کے مطابق جب تک رب المال جگہ پر موجود نہ غائب ہو تو مضارب کے لئے یہ صحیح نہیں کہ وہ منافع سے اپنا حصہ وصول کرے

لیکن موجودہ اسلامی بینکوں میں کرنٹ اکاونٹس کے علاوہ باقی سارے اکاونٹس مضاربہ کی بنیاد پر ہی بنائے جاتے ہیں یعنی بینک میں مال یا رقم ڈالنے والا رب المال اور بینک مضارب ہوتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے اکثر اسلامی بینک میں اس اصول پر عمل نہیں ہو پاتا بلکہ ہر اسلامی بینک کے اکاؤنٹ اوپننگ فارم میں یہ عبارت درج ہوتی ہے۔

" بینک کی طرف سے تعین کردہ کوئی بھی رقم بطور نفع یا نقصان ضمنی ہوگی اور تمام صارفین اس کے پابند ہوں گے۔ کسی صارف کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ ایسے نفع یا نقصان کے تعین کی بنیاد پر سوال کرے"

بینک کی طرف سے اکاونٹ ہولڈر پر یہ پابندی عائد کرنا عدل، انصاف کے منافی اور رب رب المال کی حق تلفی ہے۔ رائج مضاربہ حقیقی معنوں میں اسلامی مضاربہ نہیں ہے

دوسرا اصول:

مضاربت کے صحیح ہونے کے لئے دوسری شرط ہے کہ فریقین بالکل شروع میں ہی نفع کے تقسیم کی شرح متعین کرلیں جبکہ مروجہ اسلامی بینکوں میں اکاونٹ کھولتے وقت منافع کے تقسیم کی شرح بالکل واضح نہیں کی جاتی بلکہ بینک اس کا اعلان مضاربہ شروع ہونے کے بعد کرتا ہے چنانچہ اسلامی بینکوں کے اکاونٹ اوپننگ فارم میں یہ عبادت درج ہوتی ہے۔

"بینک ڈپازٹر کے ساتھ کاروبار سے حاصل ہونے والے اجمالی نفع میں اس شرح سے شریک ہوگا جس کا اعلان بینک نے ہر مہینے یا عرصے کے آغاز میں کیا ہوگا"

منافع کی تقسیم شرح معلوم نہ ہونے کی وجی سے مضاربہ باطل ہو جاتا ہے

تیسرا اصول:

قدیم طریقہ مضآربت میں پہلے پورے مال کو فروخت کرکے اثاثہ جات کو نقد بنایا جاتا تھا پھر پہلے رب المال کا سرمایہ واپس کیا جاتا ،جو بچ جاتا اس میں سے مضارب کو نفع دیا جاتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کاروبار کے اختتام سے پہلے نفع کی تقسیم نہ ہوئی تھی مگر جدید مضاربت میں جب اسلامی بینک قائم ہوئے ہیں تو غیر محدود مدت تک اپنا کاروبار جاری رکھتے ہیں لہذا کاروبار بھی جاری رہتا ہے اور کاروبار کی مالیت کا انداز لگا کر منافع جات کی تقسیم عمل میں آتی ہے

اسلامی بینک کی ذمہ داری:

قدیم طریقہ مضاربت میں فقہاءاس پر متفق ہیں کہ مضارب پر راس المال کی ضمان نہیں ہے لیکن وہ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ مال مضاربت مضارب کے پاس امانت ہے لہذااسے بھر پور احتیاط اور دانشمندی سے اسے کام میں لاناچاہیے اگر غلفت یالا پرواہی کی وجہ سے مال مضارت ضائع ہو جاتاہے تواس صورت میں مضارب ضامن بھی ہو گا۔اسلامی بینکوں کو سودی معاملات سے بچانے اور عوام الناس کیر قوم کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ ایک مناسب تجیویز ہے کہ اسلامی بینک مضاربہ کے قول میں جمع شدہ تمام رقوم کا تکافل کمپنیوں سے بیمہ کروالیں یہ بیمہ ہر کھاتہ دار کی رقم کا انفرادی طور پر ہو سکتاہے اور حثیت مجموعی مضآربہ قول کا بھی بظاہر آسان نظر آتاہے کہ پورے مضاربہ کا بیمہ کروالیا جائے اسلامی بینک کے لیے ضروری ہو گا کہ گاہک کو اس کٹوتی اور اس کے مقاصد سے بھی آگاہ کرے

کتاب الویعت

وہ مال ہوتاہے جو کسی کے پاس بغیر کسی عوض کے حفاظت کی عرض سے رکھاجائے چونکہ بہت سے لوگوں کے پاس اپنے مال کی حفاظت کے مکمل ذرائع نہیں ہوتے اور اس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہوتاہے۔اس لیے وہ اپنامال کسی امانت دار شخص کی حفاظت میں رکھنے کے متحاج ہوتے ہیں

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت

جس نے ودیعت کو قبول کیاہے اس کے پاس پر ودیعت امانت ہے۔لہذااس میں خیانت جائز نہیں ہو گی یعنی اسے اپنے استعمال میں نہ لایاجائے گا۔

ودیعت کی حفاظت واجب ہے بلکہ ودیت کی اپنے مال سے بھی زیادہ حفاظت کی جائے گی۔کیونکہ جس شخص نے ودیعت رکھی ہے اس کا اصل مقصد اپنے مال کی حفاظت ہے۔

صاحب ودیعت جب بھی اپنی امانت طلب کرے اسے بلا کسی تردد کے واپس کرناضروری ہو گا اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔

(ان اللہ یامر کم ان تودوالامانات الی اھلھا) [181]

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دے رہاہے کہ امانت صاحب امانت تک واپس کردو

اگر کسی کے پاس سے ودیعت ضائع ہو جائے اور اس کی حفاظت میں اس نے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی تو اس پر اس کا تاوان نہیں ہو گا۔البتہ اگر اس کی حفاظت نہ کی گئی خواہ مکمل حفاظت نہ کی گئی یااسے بغیر اجازت کے استعمال میں لایا گیا جس سے وہ

---

[181] القرآن، سورہ النساء:58

ضائع ہو گئی تو ایسی صورت میں تاوان ادا کرنا ہو گا۔ اگر ودیعت بغیر کسی لاپرواہی اور کوتاہی کے ضائع ہوئی اور جس کے پاس ودیعت رکھی گئی تھی۔ وہ اپنی طرف سے اس کا تاوان ادا کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی حسن نیت اور خوش خلقی کی دلیل ہے اگر انسان امانت کی حفاظت سے منحرف ہو جائے اور ودیعت کو ختم یا ان کو مطلع کر دیں کہ اپنی امانت لے جائیں اور اگر بغیر کسی عذر کے نہ مال انکو پہنچائے نہ ہی خبر دے اور مال تلف ہو جائے تو اس کا عوض دے۔

صاحب مال جب بھی امانت دار سے اپنی امانت کی واپسی کا مطالبہ کرے تو اسے اپنی امانت کی واپسی کا مطالبہ کرے تو اسے فوراادا کر دی جائے۔ اگر اس نے ٹال مٹول کی اور امانت رکھی ہوئی چیز ضائع ہو گئی تو امانت دار ضامن ہو گا کیونکہ اس نے بوقت مطالبہ ادا نہ کرکے حرام کام کا ارتکاب کیا ہے جیسا کہ امام زفر کا تفرد ہے۔

شرکت کا بیان

تجارتی کاروبار کا قدیم ترین طریقہ شراکت ہے۔ شراکتی تجارت میں دو یا دو سے زائد کاروباری اشخاص مل کر سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور مل کر کاروبار کرتے ہیں اور ممکن نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ تجارت قبل از اسلام متمدن عربوں میں رواج پزیر تھا۔ اسلام نے اس کے فوائد کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے پسندیدہ طریقہ تجارت قرار دیا ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں

"شراکتی کاروبار اسلام میں جائز ہے نبی صلی اللہ علی وسلم مبعوث ہوئے تو لوگوں میں شراکت کا طریقہ (تجارت) جاری تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس پر برا قرار رکھا[182]

امام زفر کے تفرد کی فقہی افادیت

معاہدہ شراکت رائج الوقت سکوں میں ہو گا حتہ کہ اگر مال شراکت اشیاء یا اجناس کی شکل میں ہو تو کاروبار کے آغاز سے قبل اس کی قیمت کا تعین زر کی صورت میں کر لینا ضروری ہے البتہ اگر شرکاء کسی مخصوص جنس یا شے ہی کو سرمایہ قرار دے دیں تو پھر کوئی اعتراض نہیں رہتا [183]

امام کاسانی نے سرمایہ کے سکہ یا زر کی شکل ہونے کی شرط کی وجہ یہ بتائی ہے کہ زر اور اشیاء اگر خلط ملط ہوں تو تقسیم منافع کے وقت تنازعہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر تمام سرمایہ زر کی شکل میں ہو تو جھگڑے کے امکانات نہیں ہوں گے۔[184]

---

[182] مرغینانی، الہدایہ، کتاب الشرکتہ۔ ج2۔

[183] حوالہ بالا۔

امام شافعی کے نزدیک سرمایہ کے بغیر بھی شرکت ممکن ہے مثلاً شرکت ضائع (کمپنی کے طرز پر) جس میں چند ہم پیشہ اپنے کاروبار کو شرکت کے ساتھ چلاتے ہیں اور اس کاروبار سے ممنکہ نفع ونقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ جبکہ امام زفر کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں کیونکہ امام زفر کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں کونکہ امام زفر کے نزدیک حصول نفع کے لیے راس المال مستلزم ہے اور مال کی شرکت پر نفع کی شرکت مبنی ہے

اگر شر کا کاروبار سرمایہ یا حصہ منافع یا تصرفات میں برابر نہ ہو تو ایسی شرکت کو شرکتیں عنان کہتے ہیں

اس قسم کی شرکت امام زفر کے نزدیک جائز نہیں ہے کونکہ امام زفر فرماتے ہیں نفع میں مال کی وجہ سے استحقاق ہوتا ہے۔ لہذا وہ (نفع) راس المال (اصل لاگت) کے تناسب سے ہوگا۔

شرکت کے معاہدہ کے لیے دستاویز لکھی جانا ضروری ہے۔ یہ امام سرخسی کی رائے ہے۔ جس کی رو سے شرکت ایک ایسا معاہدہ ہے جو ایک مدت تک جاری رہتا ہے۔ لہذا اس کے لیے دستاویز کا لکھا جانا ضروری ہے تاکہ اگر کبھی جھگڑا ہو تو اس کا فصیلہ کیا جا سکے[184]

مروجہ م مشارکہ / عصر حاضر میں رائج مشارکہ

اسلامی بینکوں میں مشارکہ کی بنیاد پر کوئی اکاونٹ نہیں کھولا جاتا بلکہ محض سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ یہ غیر شرعی مشارکہ ہے کیونکہ:

Depositor

جو کہ مشارکہ میں فریق ہے اسے سرے سے بینک کی شراکت کی مالیت کا علم ہی نہیں ہوتا۔ جبکہ ہ اسلامی مشارکہ میں لازم ہوتا ہے کہ فریقین کو ایک دوسرے کے سرمائے کا علم ہونا چاہیئے مروجہ اسلامی بینکوں میں مشاارکہ کی صورت میں ظلم کو رواج دیا جاتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مضاربہ کی طرح مشارکہ میں بھی ڈیپازیٹر کے انفرادی سرمائے کو کم ویٹ دیا جاتا ہے اور بینک اپنے سرمایہ کا ویٹ زیادہ رکھتا ہے

مشارکہ متناقصہ Diminishing Musharaka

یہ ایک معاہدہ میں دو معاہدے یعنی مشارکہ کا معاہدہ پھر اسی معاہدہ میں اس کے تناقص کا معاہدہ بینک کی طرف سے یہ وعدہ لینا اس چیز میں بینک کے شیئر اقساط میں بینک سے خرید لے گا، یہ شرط اس مشارکہ میں بینک کے سرمایہ اور منافع کی ضمانت ہے اور مشارکہ میں سرمایہ کی ضمانت اس مشاارکہ کو سودی معاملہ میں تبدیل کر دیتی ہے۔

اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں صدقہ کی شرط لگائی جاتی ہے جو دراصل تاخیر میں جرمانہ ہے جو کہ حرام اور سود ہے۔

---

[184] سرخسی، المبسوط۔ ج:12 کتاب الشرکتہ۔

مشارکہ متناقصہ کی مجوزہ شرعی صورت

امشارکہ متناقصہ کی درست شرعی صورت اسی وقت بن سکتی ہے جب اس میں مشارکہ کے آغاز میں صارف سے وعدہ لے سکتا ہے کہ صارف بینک کا حصہ خرید لے گا لیکن اس وعدہ کا قانونی التزام نہ ہو۔

مشارکہ کا معاہدہ اور مشارکہ میں بینک کا اپنا حصہ بیچنے کا معاہدہ الگ الگ ہونا چاہیئے۔ دونوں معاہدوں کو ایک ہی معاہدے میں جمع نہ کیا جائے۔

مشارکہ متناقصہ میں صدقہ کا کوئی جواز نہیں چونکہ یہ ایک خرید وفروخت کا معاہدہ ہے لہذا اس میں بینک صارف پر کوئی جبر وزبردستی نہیں کرسکتا البتہ اتنا ضرور کیا

جاسکتا ہے جب صارف پر یہ واضح کردیا جائے کہ اگر وہ بینک سے اس کا حصہ نہیں خریدے گا تو بینک اپنا حصہ (شئیر) کسی اور کو فروخت کرنے میں آزاد ہوگا۔

آخر میں اللہ رب العزت الفرت سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مروجہ اسلامی بینکوں کے سر کردہ افراد کہ یہ توفیق دے کہ وہ انہیں حقیقی اسلامی مالیاتی وتجارتی ادارہ بنائیں اور پوری دنیا میں سودی اقتصادی نظام کی بیخ کنی کرکے عالمی اسلامی اقصادی نظام کے نفاذ کو ممکن بنائیں۔

خلاصہ بحث:

امام زفر نے اپنے عصر کے لئے بہت سے فقہی مسائل کا حل پیش کیا اور انہیں مسائل کو دیکھتے ہوئے عصر حاضر کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ حنفی فقہ کے مجتہد تھے اور انہوں نے حنفی مذہب کے اصولوں کو مزید پختہ بنایا۔ اور بہت سے مواقع پر فقہائے احناف سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے تفردات پیش کئے۔

امام زفر نے حنفی فقہ کے بہت سے مسائل کا جائزہ لیا اور اپنی تصانیف میں ان کے حل پیش کیا۔ ان کی کتاب "الأصول في الفقه الحنفي" کے نام سے معروف ہے۔ انہوں نے حنفی فقہ کے تحت نکاح، بیوعات، وراثت، تجارت، قضاوت، زکوۃ، جنائز وغیرہ کے مسائل پر بھی کام کیا۔

لیکن یہاں پر مالی اعتبار سے ان کے تفردات کو جمع کیا ہے جس میں عصر حاضر کے مسائل کو خاص اہمیت کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔

امام زفر کا اصولی فقہی نظریہ بہت مقبول تھا اور انہوں نے حنفی فقہ کی تقریر کو زمانے کے تحفظ کے لئے مستحکم کیا۔ ان کے فقہی نظریات کی بنیاد حنفی فقہ کے اصولوں پر ہے

فقہ کے مالی معاملات مسلمانوں کے لئے بہت اہم ہیں اور ان کی سمجھ بوجھ بہت اہم ہے۔ یہ معاملات مالی حقوق، سرمایہ کاری، تجارت، بینکاری، قرضہ، سود وغیرہ شامل ہیں۔ چنانچہ، فقہ کے مالی معاملات کے خلاصے شامل ہیں:

1. مالی حقوق: امام زفر کے تفردات کے تحت، مالی حقوق میں شرکت کی جائز اور ناجائز صورتیں کی تحقیق کی ہے
2. سرمایہ کاری: امام زفر کے تفردات کے تحت، سرمایہ کاری کرنا ایک جائز معاملہ ہے جس میں سرمایہ کار کی نسبت سے منافع حاصل ہوتے ہیں۔

3. تجارت: امام زفر کے تفردات کے تحت، تجارت کے مسائل اور اس کی باریکیاں جیسے غیر جائز تجارت جعلی، نجس، غرر، حرام جیسے معاملات کی تحقیق اور صورتیں۔

4. بینکاری: بینکاری کرنا مجاز ہے، لیکن اس میں سودی معاملات کی تحقیق اور حل کی صورتیں۔

5. قرضہ: ،قرضہ دینا اور لینا دونوں جائز ہیں، لیکن اس میں سودی معاملات اور اس کی اجتناب کی صورتیں ۔

نتائج:

حنفی فقہ میں مالی معاملات کے حصول پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اس کے مطابق تجارت،، قرضہ، سود، زکوۃ،اور دیگر مالی معاملات کے حل کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ، حنفی فقہ میں میراث کے مسائل بھی بہت اہم ہیں جن میں وراثت کے احکام، وراثت کے تقسیم کے اصول، اور میراث کے حصول کے قواعد شامل ہیں۔

مالی معاملات میں امام زفر کے اصولوں کے مطابق، تجارت کرنا اور اپنے مالی معاملات کو ایک اختیاراتی کاروباری طریقہ کے ذریعے کرنا جائز ہے۔ لیکن، سود کا لینا اور دینا، یعنی ربا، حرام ہے۔ زکوۃ، یعنی مال کے ایک حصے کو غریبوں اور محتاجوں کو دینا، بھی اسلامی شریعت میں بہت اہم ہے۔

امام زفر کے تفردات کی روشنی میں مالی اصولوں کے استعمال سے، سماجی عدالت کو بہتر بنایا جا سکتا ہے، جو مالی معاملات کے حل میں اختلافات کے حل کرنے کے لئے کام آتی ہے۔ یہ اختلافات معمولاً تجارت کے دوران، میراث کے حصول کے دوران، یا قرضے کے دوران پیدا ہوتے ہیں۔

اس طرح کے حل کے نتائج مثبت ہوتے ہیں، جیسے کہ سماجی امن اور یقینیت کے حصول کے ذریعے مالی معاملات کو حل کرنا وغیرہ

سفارشات:

امام زفر کی فقہی خدمات سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے فقہی نظریات اور فتاوی آج بھی موجود ہیں اور ان کے استعمال سے لوگ اپنی زندگی کے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔

درج ذیل طریقوں سے آپ امام زفر کی تفردات سے استفادہ کر سکتے ہیں:

1. آپ امام زفر کی کتاب اور حوالہ جات کو پڑھ کر ان کے فقہی نظریات کو سمجھ سکتے ہیں۔ان کے کتاب میں مختلف موضوعات پر مشاورہ دیا گیا ہے۔
2. امام زفر کے فتاوی آج بھی دستیاب ہیں اور آپ ان کو مطالعہ کر کے ان کے فقہی نظریات کے بارے میں جان سکتے ہیں
3. مالی معاملات کے علاوہ دیگر فقہی موضوعات مثلاعبادات، منکوحات، وغیرہ میں بھی امام زفر کے تفردات کا جائزہ لینے کی ضرارت ہے۔
4. امام زفر کی پہچان بطور فقہی ہے۔حالانکہ امام زفر بہت بڑے محدث بھی ہیں اور علم حدیث میں بھی ان کا بڑا مقام ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان پر بطور محدث بھی تحقیق کی جائے۔

فہرست مصادر و مراجع:

1. الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي، شمس الدين، أبو عبد الله، سير اعلام النبلاء، الناشر: مؤسسة الرسالة، 1402ھ، ج8، ص40

2. [1] ابن خلكان، أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي، أبو العباس، وفيات الاعيان، الناشر: دار صادر—بیروت 1972، ج3، ص117

3. [1] صلاح الدين الصفدي، خليل بن أيبک بن عبد الله الصفدي، صلاح الدین، الوافی بالوفیات، الناشر: دار إحیاء التراث العربي: 2000، ج14، ص135

4. [1] لمحات النظر ص32

5. [1] امام ابی حاتم محمد بن حبان البستی، کتاب الثقات، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج6، ص339

6. [1] زاہد، محمد زاہد بن الحسن کوثری، لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر، سن اشاعت: 1248ھ، ج1، ص7

7. [1] حافظ ابو القادر القرشی، محی الدین ابی محمد عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ ابن سالم بن ابی الوفاء، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ 1408ھ ص208

8. [1] الانتقاء 335

9. [1] النووي، يحيى بن شرف بن مري بن حسن الحزامي الحوراني، النووي، الشافعي، أبو زكريا، محيي الدين، تهذيب الاسماء واللغات، الناشر: إدارة الطباعة المنيرية—القاهرة، ج1، ص197

10. [1] ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المعروف امام ذہبی (ذہبی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار المعرفہ لطباعہ والناشر بیروت لبنان، ج2، ص71

11. [1]ابن حجر العسقلاني؛ أحمد بن علي بن محمد الكناني العسقلاني، أبو الفضل، شهاب الدين، ابن حجر، لسان الميزان، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية 1423ھ، ج3، ص502
12. [1] ابو زہرہ مصری، حیات امام ابی حنیفہ، الناشر: دہلی اعظم پبلیکیشنز، ص725
13. [1] محمد أمین بن عمر عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، الناشر: عالم الکتب 1423ھ، ج3، ص330
14. [1] الجواہر المضیۃ 207
15. [1]محمد بن عمرو بن موسی بن حماد العقیلي أبو جعفر، کتاب الضعفاء، سنۃ النشر: 1429، ص457
16. [1] حسین بن علي الصیمري أبو عبد الله، أخبار أبي حنیفة وأصحابه، الناشر: عالم الکتب 1405، ص 113
17. [1] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصمیری ص109
18. [1] جواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ للحافظ عبد القادر القرشی 207/2
19. [1] امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردی الحنفی صاحب الفتاویٰ البزازیہ، مناقب الامام الاعظم للکردی، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
20. [1] یوسف بن عبد الله ابن عبد البر، الانتقاء في فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء، ناشر غیر محفوظ، ص 335
21. [1]علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاساني الحنفي، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، الناشر، دار الکتب العلمیة، ج٦، ص١٧
22. [1]علي بن أبي بکر بن عبد الجلیل الفرغاني المرغیناني، الهدایة في شرح بدایة المبتدی، الناشر: دار احیاء التراث العربي، ج٣، ص١١١
23. [1]محمد بن محمد بن محمود، أکمل الدین أبو عبد الله ابن الشیخ شمس الدین ابن الشیخ جمال الدین الرومی. البابرتي، العنایة شرح الهدایة، الناشر دار الفکر، ج١٠، ص٤٦١
24. [1] زین الدین بن ابراهیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصري، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، الناشر: دار الکتاب الإسلامی، ج٨، ص٥٣٠
25. [1]أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی، البنایة شرح الهدایة، الناشر دار الکتب العلمیة - بیروت، لبنان، ج١٣، ص٤٥٩
26. [1]زین الدین بن ابراهیم بن محمد، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج٨، ص٤٨٥

27. [1]عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المدعو، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر،ناشر دار إحياء التراث العربي،ج۱،ص۱۹٦

28. [1]زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري، البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۲،ص۲۴۷

29. [1]البحر الرائق شرح کنزالدقائق،ج۲،ص۲۴۴

30. [1]شامی، کتاب الشفعۃ،٦ / ٢١٦ - ٢١٧

31. [1]ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين، رد المحتار على الدر المختار، الناشر: دار الفكر-بيروت،ج٦،ص۲۳۵

32. [1]ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين، رد المحتار على الدر المختار،الناشر: دار الفكر-بيروت،ج٦،ص۲۴۲

33. صحیح البخاری،الحوالات، باب الحوالہ هل یرجع فی الحوالہ،حدیث۲۲۸۸،۲۲۸۷

34. [1] شیخ نعمان، حوالہ کا تصور اور جدید صورتیں، مشاہدات،۵۹۳۵

35. [1]سنن ابوداود الفرائض بافیمن مسلم علی میراث، حدیث ۲۰۱۴

36. [1] سنن ابوداود الفرائض باب هل یرث المسلم الکافر، حدیث ۲۹۱۲

37. [1]المائدہ،۵،۲

38. [1]صارم، مولانا فاروق اصغر صارم، فقہی احکام و مسائل، ناشر دار السلام، لاہور پاکستان، ص ۱۸۱

39. [1] صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من رای الھبۃ الغائبۃ جائزۃ، حدیث ۲۵۸۵

40. [1] صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب المکافاۃ فی الھبۃ، حدیث ۲۵۸۵

41. [1] محيي الدين، محمد أورنك زيب ،الفتاوی الھندیۃ، ناشر دار الفکر، ج۱، ص ۱۷۱

42. [1]عثمانی، مفتی عزیز الرحمان، فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الزکوۃ، ناشر دار الاشاعت، ج٦، ص ۵

43. [1]نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ص ۱٦

44. [1] محيي الدين، محمد أورنك زيب ،الفتاوی الھندیۃ، ناشر مکتبہ رشیدیہ، ج۱، ص ۱۷۵

45. [1] تھانوی، مولانا اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوی، کتاب الزکوۃ والصدقات، ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی، ص ۵۴

46. [1]القرآن، سورۃ البقرہ ۲، ۱۸۸

47. [1] سنن الدار قطنی، ۳، ۲۲، حدیث ۲۸۶۲

48. [1] صحیح البخاری، المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، حدیث ۲۴۵۳، ۲۴۵۲

49. [1] الفتاوی الھندیہ، کتاب العضب، ج۵، ص ۱۳۹

50. [1] ابن عابدین ، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز الشہیر ابن عابدین، رد المختار، ناشر دار الفکر،
ج۶، ص ۱۹۶

51. [1] صالح بن فوزان، فقہی احکام و مسائل، ناشر دار السلام، ج۱، ص ۹۸

52. [1] صحیح البخاری، الشفعہ، باب الشفعة فیما لم یقسم، حدیث ۲۲۵۷

53. [1] صحیح مسلم، المساقاۃ، باب الشفعة، حدیث ۱۶۰۸

54. [1] ابن قیم الجوزیة، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية، إعلام
الموقعین، دار الکتب العلمیة — بیروت، ج۲، ص ۱۲۳

55. [1] ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، مجموع الفتاوی، ج۳۰، ص ۳۸۶

56. [1] السلیم رستم باز، شرح المجلہ، ناشر المکتب الحلبیہ، ج۷، ص ۵۷۷

57. [1] سنن ابی داود، کتاب البیوع، حدیث: 3350

58. [1] صحيح البخاري كتاب البيوع باب لا يبيع على بيع أخيه، ولا يسوم على سوم أخيه، حتى يأذن به أو
يترک حدیث رقم 2139

59. [1] القرآن، البقرہ، ۱۰۱

60. [1] القرآن، البقرہ، ۱۳۱

61. [1] فتاوی ہندیہ، کتاب البیوع، الباب الاول فی تعریف البیع ورکنہ و شرطہ وحکمہ وانواعہ ط:
دار الفکر جلد ۳ ص: ۲

62. [1] القرآن، النساء، ۱۲۶

63. [1] القرآن، البقرۃ، ۲۸۶

64. [1] مسند أحمد مسند المدنیین حدیث قیس بن أبي غرزۃ حدیث رقم: 16139

65. [1] ترمذی ج۱ ص ۲۲۹

66. [1] ترمذی ج۱ ص: ۲۳۰

67. [1]علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبوالحسن برهان الدين، الهداية في شرح بداية المبتدي، الناشر دار احياء التراث، ج۳، ص۳۵

68. [1]أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى، البناية شرح الهداية، الناشر دار الكتب العلمية، ج۸، ص۷۰

69. [1]زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، الناشر دار الكتاب الإسلامي، ج٦، ص۲۳

70. [1]محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي. البابرتي، العناية شرح الهداية، ناشر دار الفكر، ج٦، ص۲۵۵

71. [1]أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين، البناية شرح الهداية الناشر: دار الكتب العلمية، ج۸، ص۱۱۹

72. [1]البناية شرح الهداية، ج۸، ص۲۵۵

73. [1]سلسلہ احادیث صحیحہ ترقیم البانی 1331 :

74. [1]المرغینانی، علی بن ابی بکر بن الجلیل، الهدیہ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ج۳، ص۳۲۔۳۳

75. [1]سنن للبیھقی، باب من قال یجوز بیع العین الغائبۃ، ج۵، ص۴۳۹، نمبر ۱۰۴۱۴

76. [1]سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب الحجر علی من یفسد مالہ، رقم ۲۳۴۶

77. [1] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، المبسوط، ناشر مطبع السعادہ مصر ۱۴۰۹، ج۳، ص۴۰۔۴

78. [1]الکاسانی، علاوالدین، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج۳، ص۲۵۰

79. [1] الجزیری، عبدالرحمان، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ناشر، دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۴، ص۴۸

80. [1] عثمان صفدر، اسلام اور اقتصادیات، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر ۲۰۱۳

81. [1] منصور بن یونس بن ادریس، کشاف القناع عن متن الاقناع، ناشر عالم الکتب بیروت ۱۴۰۳، ج۳، ص۲۷۵

82. [1] امیر علی، علامہ سید مولانا امیر علی، عین الهدایۃ، ناشر قانونی کتب خانہ لاہور، ج۳، ص۱۵۰۔۱۵۲

83. [1] الشربینی، محمد بن محمد الخطیب مغنی المحتاج، دار الکتب العلمیۃ—بیروت ۱۹۹۴، ج۲، ص۴۵

84. [1] رحمانی، مولاناخالد سیف اللہ، جدید مالیاتی ادارے فقہ کی رروشنی میں، کتب خانہ نعیمیہ سہارنپور یوپی، ص۳۶

85. [1] العثمانی، محمد تقی، فقہ البیوع، مکتبہ معارف القرآن کراچی پاکستان، ج۲، ص۱۱۷۵۔۱۱۷۶

86. [1] أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى، البناية شرح الهداية، ج10، ص241دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان،

87. [1] علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين، الهداية في شرح بداية المبتدي، ج3ص241، دار احياء التراث العربي - بيروت - لبنان

88. [1] علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج6 ص32، دار الكتب العلمية1406ه- - 1986م

89. [1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج6ص60[1]محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي البابرتيو العناية شرح الهداية، ج6، ص186، دار الفكر

90. البھوتی، حاشیہ ابن عثیمین، الروض المربع شرح زاد المستقنع ، دار المؤید، موسستہ الرسالتہ ،2008ء، ص:318

91. [1] سليم رستم باز اللبناني ،شرح المجلہ، ج2۔ ص531، زحیلی، وہبہ بن مصطفی زحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج:4، ص736۔

92. [1] فتاوی عالمگیریہ، ج،4ص411، بدائع الصنائع، ج:4، ص:180۔

93. [1] ھدایتہ لاامام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی مطبع ادارہ القرآن والعلوم السلامیہ کراتشی پاکستان171

94. [1] ابن شہاب شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ، نھایت المحتاج،

95. [1] Wikipedia,(Hire- Purchase)

96. [1] جامع الترمزی، البیوع، باب، ماجاء کی کرحصیتہ بیع مالیس عندہ، حدیث:1232

97. [1] البھوتی، منصور بن یونس بن ادریس البھوتی، کشافالقناع عن متن الا قناع، ج3 ،ص141۔142،

98. [1] القرآن، سورہ الکھف:18-19

99. [1]ابو عیسی محمد بن ترمذی، سنن الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی النھی عن الثنیاء، حدیث نمبر: 1310۔ قاہرہ، مصر، 1999/1419

100. [1] علامہ کاسانی، علاء الدین ابو بکر مسعود بن احمد الکاسانی، بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل فی شروط الصحت ج:6، 592۔ التاسترٖ، دار الکتب العلمیہ، 2003/1424

101. [1] الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، حافظ بک ڈپو 1990، ص 76/4۔

102. [1]الجزیری، علامہ عبد الرحمان، کتاب الفقہ۔ ص: 3/73۔